13

27 مارچ تا 2 اپریل 2008ء / 18 تا 24 ربیع الاوّل 1429ھ

www.tanzeem.org

شطرنج کا کھیل

حیاتِ نبویؐ: قبل از آغازِ وحی

جناب صدر! اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے

توہین آمیز خاکے اور ہمارا ردِّعمل

نکل کر خانقاہوں سے......

ایران میں اسلام اور مغربیت کی کشمکش

خلیفہ مہدی کا ظہور

رب العزت کا احسان قراردادِ پاکستان

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

عالمِ اسلام

شریعت کو کیسے مسلمان درکار ہیں؟

یہ شریعت بزدلوں اور نامردوں کے لیے نہیں اتری ہے، نفس کے بندوں اور دنیا کے غلاموں کے لیے نہیں اتری ہے، ہوا کے رُخ پر اڑنے والے خس و خاشاک، اور پانی کے بہاؤ پر بہنے والے حشرات الارض اور ہر رنگ میں رنگ جانے والے بے رنگوں کے لیے نہیں اتری ہے۔ یہ ان بہادر شیروں کے لیے اتری ہے جو ہوا کا رُخ بدل دینے کا عزم رکھتے ہوں، جو دریا کی روانی سے لڑنے اور اس کے بہاؤ کو پھیر دینے کی ہمت رکھتے ہوں، جو صبغۃ اللہ کو دنیا کے ہر رنگ سے زیادہ محبوب رکھتے ہوں اور اسی رنگ میں تمام دنیا کو رنگ دینے کا حوصلہ رکھتے ہوں۔ مسلمان جس کا نام ہے وہ دریا کے بہاؤ پر بہنے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا ہے۔ اس کی آفرینش کا تو مقصد ہی یہ ہے کہ زندگی کے دریا کو اس راستہ پر رواں کر دے جو اس کے ایمان و اعتقاد میں راہ راست ہے، صراطِ مستقیم ہے۔ اگر دریا نے اپنا رُخ اس راستہ سے پھیر دیا ہے تو اسلام کے دعوے میں وہ شخص جھوٹا ہے جو اس بدلے ہوئے رُخ پر بہنے کے لیے راضی ہو جائے۔ حقیقت میں جو سچا مسلمان ہے، وہ اس غلط رو دریا کی رفتار سے لڑے گا، اس کا رُخ پھیرنے کی کوشش میں اپنی پوری قوت صرف کر دے گا، کامیابی اور ناکامی کی اس کو قطعاً پروا نہ ہوگی، وہ ہر اس نقصان کو گوارا کرے گا جو اس لڑائی میں پہنچے یا پہنچ سکتا ہو، حتیٰ کہ اگر دریا کی روانی سے لڑتے لڑتے اس کے بازو ٹوٹ جائیں، اس کے جوڑ بند ڈھیلے ہو جائیں، اور پانی کی موجیں اس کو نیم جاں کر کے کسی کنارے پر پھینک دیں، تب بھی اس کی روح ہر گز شکست نہ کھائے گی۔

مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودیؒ

الھدیٰ (314)

سورۃ الانعام

(آیات:106-107)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

﴿ اِتَّبِعۡ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیۡکَ مِنۡ رَّبِّکَ ۚ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ وَ اَعۡرِضۡ عَنِ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ﴿۱۰۶﴾ وَ لَوۡ شَآءَ اللّٰہُ مَاۤ اَشۡرَکُوۡا ؕ وَ مَا جَعَلۡنٰکَ عَلَیۡہِمۡ حَفِیۡظًا ۚ وَ مَاۤ اَنۡتَ عَلَیۡہِمۡ بِوَکِیۡلٍ ﴿۱۰۷﴾ ﴾

”اور جو حکم تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس آتا ہے اسی کی پیروی کرو۔اس (پروردگار) کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے کنارہ کرلو۔اور اگر خدا چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرتے۔اور (اے پیغمبر ﷺ) ہم نے تم کو اُن پر نگہبان مقرر نہیں کیا اور نہ تم اُن کے داروغہ ہو۔“

یہاں اب بار بار رسول اللہ ﷺ سے خطاب آئے گا،مگر یہ خطاب صرف حضور ﷺ سے نہیں بلکہ آپ کی وساطت سے پوری امت سے بھی ہے۔مکی سورتوں میں مسلمانوں سے براہ راست خطاب بہت کم بلکہ شاذ ہے،کیونکہ امت کی تشکیل تو مدینہ میں تحویل قبلہ کے بعد ہوئی ہے،جہاں فرمایا:”کَذٰلِکَ جَعَلۡنٰکُمۡ اُمَّۃً وَّسَطًا“۔(اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا)۔چنانچہ اس کے بعد یعنی مدنی سورتوں میں ”یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا“ کے الفاظ کثرت سے آئے ہیں۔سورۃ الحجرات کی 18 آیتیں ہیں جن میں پانچ مرتبہ ”یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا“ کے الفاظ آئے ہیں مگر لمبی لمبی مکی سورتوں میں ایسا نہیں۔یہ جو واحد حاضر کے صیغے میں کہا جا رہا ہے کہ پیروی کرو اس کی جو وحی کیا جا رہا ہے آپ کی طرف آپ کے رب کی طرف سے،تو یہ صرف حضور ﷺ کے لیے نہیں بلکہ تمام افراد امت کے لیے ہے کہ اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی وحی کا اتباع کرو،اور اِس وحی کی اولین تعلیم یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ان مشرکین سے کنارہ کشی اختیار کرو۔اُن کے حال کی طرف زیادہ توجہ نہ کیجئے۔

اور اگر اللہ چاہتا تو یہ شرک نہ کرتے۔اگر اللہ کو جبر ہی اختیار کرنا ہوتا تو وہ سب کو ایمان پر لے آتا۔ایسا کرنا اس کے لئے ذرا بھی مشکل نہیں تھا۔مگر اس نے وحی الٰہی کے ذریعے حق و باطل میں فرق واضح کردیا۔اب یہ ہر انسان کی اپنی مرضی ہے کہ وہ برضا و رغبت کس چیز کو قبول کرتا ہے۔پس اے نبی ﷺ آپ اُن پر نگران نہیں۔آپ کا کام قرآن کے ذریعے تذکیر و موعظت اور یاددہانی ہے۔﴿فَذَکِّرۡ ۟ؕ اِنَّمَاۤ اَنۡتَ مُذَکِّرٌ ؕ﴿ لَسۡتَ عَلَیۡہِمۡ بِمُصَۜیۡطِرٍ ﴾ ”پس یاددہانی کرایئے اس لئے کہ آپ یاددہانی کرانے والے ہیں۔آپ اُن پر داروغہ نہیں ہیں۔“

فرمان نبوی ﷺ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

داڑھی اور سر سے سفید بال نوچنا

عَنۡ عَمۡرِو بۡنِ شُعَیۡبٍ عَنۡ اَبِیۡہِ عَنۡ جَدِّہٖ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ: ((لَا تَنۡتِفُوا الشَّیۡبَ، فَاِنَّہٗ نُوۡرُ الۡمُسۡلِمِ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ))

(مسند احمد)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے،وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:”(سر اور داڑھی کے) سفید بال نہ اکھاڑا کرو،کیونکہ وہ قیامت کے دن مسلمان کا نور(روشنی) ثابت ہوں گے۔“

تشریح: انسانی زندگی میں وقار ایک پسندیدہ خصلت شمار ہوتی ہے۔ہر سمجھدار شخص اپنے اعمال میں،افعال میں اور کردار میں وقار کو پسند کرتا ہے۔بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑھاپے میں اپنے بال سفید دیکھے تو اللہ تعالیٰ سے سوال کیا،کہ یہ تبدیلی کیا اور کیوں ہے؟ جواب ملا،یہ وقار ہے!تب انہوں نے دعا کی،اے اللہ!میرے وقار میں اضافہ فرما!وقار ایسی محمود صفت ہے جو آدمی کو بہکنے اور بھٹکنے سے اور گناہوں سے احتراز کرنے پر مائل کرتی ہے!اس لئے فطرت سلیمہ کا یہ تقاضا ہے کہ اسباب وقار کی ہمیشہ پاسداری کی جائے نہ کہ اسے ضائع کیا جائے۔اس حدیث میں سفید داڑھی کو ایک نور سے تشبیہ دی گئی ہے جو قیامت کی اندھیریوں میں مسلمانوں کے لئے روشنی کی قندیل ثابت ہوگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شطرنج کا کھیل

نظامِ سرمایہ دارانہ ہو اور طرزِ حکومت جمہوریت ہو تو سیاست شطرنج کا ایک کھیل ہے جس میں عوام مہرے ہیں اور سرمایہ دار کھلاڑی ہے۔ اگرچہ مہروں کا وجود بھی ناگزیر ہے اور یہ کھلاڑی کی بنیادی ضرورت ہیں لیکن مہرے چال خود نہیں چل سکتے۔ اِن کو چلانے کے لئے کھلاڑی کا ذہن کارفرما ہوتا ہے اور اُسی کی انگلیاں حرکت کرتی ہیں۔ یہ سرمایہ دار کسی کا نہیں ہوتا۔ اُس کا ماں باپ، اُس کا پیرومرشد صرف سرمایہ ہوتا ہے۔ وہ ڈھیل دیتا ہے تو زور سے کھینچنے کے لئے دیتا ہے۔ مثلاً آزاد میڈیا ایک مثبت فعل ہے اور جمہوریت کا حقیقی ثمر ہے کیونکہ اِس پر عوام کی چیخ وپکار بھی سنائی دیتی ہے۔ لیکن کیا یہ صرف اس لیے آزاد کیا گیا کہ عوام کی شنوائی ہو سکے۔ نہیں ہرگز نہیں، اس کی آزادی کا اصل مقصد عوام کے اذہان کو قابو کرنا اور انہیں اپنی گرفت میں لینا ہے۔ وہ بے جان مہرے نہ سہی جاندار ہی سہی لیکن ممکنہ حد تک کھلاڑیوں کی انگلیوں کے درمیان رہیں اور اُن کی منشا کے مطابق حرکت کریں۔ ظاہراً لوگ اپنی تقدیر کا فیصلہ خود اپنے ہاتھوں سے بیلٹ باکس میں ڈالیں لیکن اُن کی سوچ اپنی سوچ نہ رہے بلکہ وہ اُس سوچ کو اپنا لیں جو صبح وشام اُن کے اذہان میں اتاری جارہی ہے۔ سائنسی ترقی نے دنیا کو سکیڑ دیا ہے اور وہ گلوبل ولیج کی صورت اختیار کر گئی ہے، لہٰذا سرمایہ دارانہ نظام نے بھی اپنے پھن پھیلا دیئے ہیں۔ اب نیشنل کمپنیاں نہیں بلکہ ملٹی نیشنل کمپنیاں ہیں جن کے مفادات عالمی، سیاسی اور عسکری صورتِ حال سے وابستہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انتخابات پاکستان میں ہوئے ہیں، جمہوریت پاکستان میں بحال ہو رہی ہے، انتقالِ اقتدار پاکستان میں ہو رہا ہے، ججوں کی بحالی پاکستان کا خالصتاً داخلی مسئلہ ہے لیکن نیندیں بش انتظامیہ کی اُڑ گئی ہیں۔ اندازہ کریں جس روز پاکستان میں نیا وزیراعظم حلف لیتا ہے، انتقالِ اقتدار کا مرحلہ طے ہو رہا ہے، کولیشن حکومت وجود میں آ رہی ہے لہٰذا بڑی جماعتوں کی قیادت کو سر کھجانے کی فرصت نہیں، اُسی روز پونٹے اور باوچر جو امریکہ میں وزارت خارجہ کے اہم ترین افراد ہیں، ہماری فوجی، حکومتی، سیاسی قیادت سے دن بھر ملاقاتیں کرتے ہیں۔

پاکستان میں مقامی سطح پر بھی شطرنج کا یہ کھیل کھلاڑی اپنی اپنی اہلیت کے مطابق کھیل رہے ہیں۔ نواز شریف کے دور میں سپریم کورٹ پر بدترین وقت آیا تھا۔ جب پنجاب کے مختلف شہروں سے جمع کیے گئے سیاسی کارکنوں نے اسلام آباد میں سپریم کورٹ پر حملہ کر دیا تھا اور ججوں نے بھاگ کر جان بچائی تھی لیکن آج نواز شریف عدلیہ کی آزادی کے چیمپئن بن کر سامنے آئے ہیں، اِس لیے کہ ججوں کی بحالی کا نتیجہ نواز شریف کے حقیقی دشمن صدر مشرف کی رخصتی کی صورت میں نکلے گا۔ آصف زرداری کی پیپلز پارٹی کو نواز شریف کے تعاون کی شدید ضرورت تھی۔ اِس لیے کہ PPP کو مرکز میں اپنے تئیں سادہ اکثریت بھی حاصل نہیں تھی اور اہم ترین بات یہ ہے کہ پیپلز پارٹی کو ماضی میں تجربہ ہو چکا ہے کہ پنجاب میں اگر مرکز مخالف حکومت ہو تو مرکزی حکومت کی کیا حالت ہوتی ہے۔ نواز شریف PPP کی بھرپور حمایت کر رہے ہیں لیکن مشرف کو کارنر کرنے کی شرط پر۔ اِدھر مشرف نے یہ پتہ بھی پھینکا کہ چودھریوں سے تمام تعلقات کو پاؤں تلے روندتے ہوئے الطاف حسین کو PPP کی غیر مشروط حمایت پر آمادہ کیا تاکہ زرداری نواز شریف کے محتاج نہ رہیں اور ایوانِ صدر سے تعاون کرنے کے لئے آزاد ہو جائیں۔ زرداری جو انتہائی ہشیاری سے اپنے پتے ترتیب دے رہے ہیں انہوں نے متحدہ کا تعاون تو بڑی خوش دلی سے قبول کیا، لیکن ایوانِ صدر سے قربت پر آمادہ نہیں ہوئے۔ یہاں تک کہ اپنے وزیراعظم کی حلف برداری کی تقریب میں شرکت نہیں کی اور نہ ہی نواز شریف سے دوری اختیار کرنے کا کوئی اشارہ دیا۔

نئے وزیراعظم نے حلف اٹھانے سے پہلے ججوں کی رہائی کا حکم دے کر ایوانِ صدر پر پہلا پتھر دے مارا ہے۔ صدر مشرف بند گلی میں داخل ہو چکے ہیں اور امریکہ کی طرف منہ کر کے بچاؤ بچاؤ کی چیخ وپکار کر رہے ہیں۔ اس پس منظر میں امریکی اسلام آباد پہنچے ہیں صرف صدر مشرف کو بچانے نہیں بلکہ نئی کولیشن حکومت سے سودابازی کرنے کے لئے بھی۔ امریکہ اُدھر وزن ڈال دے گا جو اُس کے مفادات کی بہتر حفاظت کرنے کی یقین (باقی صفحہ 10 پر)

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت

جلد 17
27 مارچ تا 2 اپریل 2008ء
18 تا 24 ربیع الاول 1429ھ
شمارہ 13

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگرانِ طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرونِ پاکستان
انڈیا---------------------- (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

مُلّا اور بہشت

(بالِ جبریل)

میں بھی حاضر تھا وہاں ضبطِ سخن کر نہ سکا — حق سے جب حضرتِ مُلّا کو مِلا حکمِ بہشت!
عرض کی میں نے الٰہی مری تقصیر معاف — خوش نہ آئیں گے اسے حُور و شراب و لبِ کشت!
نہیں فردوس مقامِ جدل و قال و اقول! — بحث و تکرار اس اللہ کے بندے کی سرشت!
ہے بد آموزیٔ اقوام و مِلل کام اِس کا — اور جنّت میں نہ مسجد، نہ کلیسا، نہ کُنِشت!

اِس نظم میں اقبال نے ''مُلّا'' کی ذہنیت پر تبصرہ کیا اور مُلّا سے اُن کی مراد وہ علمائے سو ہیں جو اسلام کی رُوح سے ناآشنا ہیں۔ پروفیسر یوسف سلیم چشتی مرحوم ومغفور نے لفظ ''مُلّا'' کی بڑی دلچسپ صراحت کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''آج کل یہ لفظ ''مُلّا'' ہمارے اسلامی ادب میں کلمۂ تحقیر بن گیا ہے، یعنی اس کا مفہوم یکسر بدل گیا ہے۔ پہلے زمانے میں، بلکہ سلطنتِ مغلیہ کے زوال تک، یہ لفظ بہت وقیع تھا۔ چنانچہ تاریخ میں سعد الدین تفتازانی، جلال الدین دوانی، محب اللہ بہاری، نظام الدین سہالوی، عبدالعلی بحرالعلوم، صدرالدین شیرازی وغیرہم، یہ سب حضرات ''مُلّا'' کے لقب سے مشہور ہیں، اور دنیا جانتی ہے کہ یہ علماء فلسفے، حکمت و دانش اور معقولات میں اپنے اپنے زمانے کے امام گزرے ہیں۔ اگر میں اِن کے علمی کارناموں کی تفصیل بیان کروں تو یہ شرح تاریخ الحکماء بن جائے گی۔ بس یُوں سمجھ لیجئے کہ یہ حضرات منطق اور فلسفے میں کانٹ اور ہیگل کے ہم پایہ ہیں۔ جب انگریزوں نے 1857ء کے بعد ہندوستان میں علم اور علماء کو ختم کرنے کی مہم شروع کی تو کچھ عرصے کے بعد مُلّا تو مٹ گئے، اور انگریزوں نے یہ معزز لقب اُن لوگوں کو دینا شروع کر دیا جو چھاؤنیوں میں مسلمان سپاہیوں کو پانچ وقت کی نماز پڑھانے پر متعین تھے۔ اپنے آقاؤں کی تقلید میں رفتہ رفتہ ہم بھی جہلا کو مُلّا کے نام سے یاد کرنے لگے۔ جس طرح ایک خاص طبقے کی مہربانی سے نائی اور حجام ''خلیفہ'' بن گئے، اسی طرح انگریزوں کی علم دشمنی کی بدولت نیم خواندہ اشخاص ''مُلّا'' کے لقب سے مشہور ہو گئے۔ قصور اِس لفظ کا نہیں ہے، بلکہ اُن نااہلوں کا ہے، جن کو یہ لقب مفت میں مل گیا۔ چنانچہ موجودہ زمانے میں مُلّا اُسے کہتے ہیں جسے کسی علم یا فن میں معمولی شد بد بھی نہ ہو۔ ایسا شخص لامحالہ، اپنی کم علمی کے باعث، اپنا وقت بے مقصد بحث و تکرار میں صرف کرے گا۔''

1۔ ایک عرصے سے ملاؤں نے کج بحثی، منافقت اور تفرقہ پردازی کا جو بازار گرم کر رکھا ہے، اسی کے سبب بے شمار لوگوں، بالخصوص نوجوان نسل میں دین و مذہب کے ساتھ وہ لگاؤ نہیں کہ جو ہونا چاہیے۔ اقبال عُمر بھر اپنے افکار کے ذریعے ملاؤں کے اِس کردار کے خلاف آواز بلند کرتے رہے۔ چار اشعار کی اس مختصر نظم میں ملاؤں کے اس کردار کو انتہائی بلاغت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ چنانچہ اس شعر کا آغاز وہ اِس طرح کرتے ہیں کہ جس وقت مُلّا کو جنت میں بھیجنے کے لیے باری تعالیٰ نے حکم جاری کیا تو اتفاق سے میں بھی وہاں موجود تھا۔ چنانچہ مُلّا کی پذیرائی کے اِس عمل کو دیکھ کر میری قوتِ برداشت جواب دے گئی۔

2۔ چنانچہ حق تعالیٰ سے میں نے گزارش کی کہ اگر میری تقصیر معاف کر دی جائے تو تجھ سے یہ استفسار کرنے کی جسارت کروں گا کہ تُو جو اسے جنت میں بھیج رہا ہے، تو کیا یہ بھی سوچا کہ اس جیسے شخص کو وہاں کی حُوریں، شراب اور سبزہ و گل کیسے راس آئیں گے، اور یہ چیزیں کیسے اِس کے اطمینانِ قلب کا باعث ہو سکیں گی کہ وہ تو اپنی فطرت کے لحاظ سے لڑائی جھگڑے کا قائل رہا ہے۔

3۔ اِس شعر میں بھی انہی خیالات کا اظہار کیا گیا ہے جو پچھلے شعر میں موجود ہیں، یعنی کج بحثی، لڑائی جھگڑا، بے مقصد بحث مباحثہ تو تیرے اِس بندے کی سرشت میں شامل ہے، جبکہ جنت میں ایسے مشاغل کی گنجائش نہیں۔

''قال واقول'' عربی زبان کے دو الفاظ ہیں۔ قال کے معنی ہیں ''اس نے کہا'' اور اقول کے معنی ہیں ''میں کہتا ہوں''۔ منطق اور فلسفے کی کتابوں میں جو حواشی لکھے جاتے ہیں، اُن کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ''قال'' کے تحت مصنف کی یا کہنے والے کی عبارت لکھتے ہیں، پھر ''اقول'' لکھ کر اپنی طرف سے اُس کی شرح کرتے ہیں، چونکہ اس طرح تحریر میں بحث وجدال کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے، اس لیے مباحثے اور مناظرے کو ''قول واقول'' کہنے لگے۔

4۔ قوموں اور فرقوں میں فساد ڈالنا، اُن کو غلط راہ پر لگانا اور مختلف حیلے بہانوں سے اُن میں پھوٹ ڈالنا تو ہمیشہ مُلّا کی سرخوشی کا باعث ہوتا ہے، جبکہ جنت میں تو نہ مسجدیں ہوں گی نہ گرجے اور نہ دوسری عبادت گاہیں، جن کو یہ شخص جھگڑے کی بنیاد بناتا ہے۔ اقبال نے یہ موضوع اپنے بے شمار اشعار میں چھیڑا ہے۔

حیاتِ نبوی ﷺ: قبل از آغازِ وحی

ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ
بانی تنظیم اسلامی

قارئین! آیئے، نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے اس دور پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں جو آپ ﷺ کی پیدائش سے لے کر آغازِ وحی تک محیط ہے۔ اس کے بارے میں واقعہ یہ ہے کہ ہمارے پاس مستند اور مصدقہ معلومات بہت کم ہیں۔ البتہ اس ضمن میں اگر قرآن مجید کی طرف رجوع کیا جائے اور سورۃ الضحیٰ کی تین آیات کو اپنے ذہن میں عنوانات کے طور پر تجویز کر لیا جائے تو حیاتِ طیبہ قبل از آغازِ وحی کے بارے میں جو بھی باتیں مصدقہ معلومات کی بنیاد پر ہمارے پاس ہیں وہ تمام باتیں اور معلومات ان تین آیات کے ذیل میں بڑی خوبی کے ساتھ انہی کی شرح و تفسیر کی حیثیت سے تین عنوانات کے بطور شامل ہو جائیں گی۔

جہاں تک آپ ﷺ کی ولادتِ باسعادت کی تاریخ کا تعلق ہے، محتاط ترین اندازوں کے مطابق آپ ﷺ 9 ربیع الاول عام الفیل کو پیدا ہوئے جو انگریزی تقویم کے مطابق غالباً 20 اپریل 571ء بنتی ہے۔ یہاں سے آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کا ابتدائی دور شروع ہوتا ہے جو دراصل ان آیات کی مکمل تفسیر ہے کہ

﴿اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰى ۝ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝ وَوَجَدَكَ عَآىٕلًا فَاَغْنٰى ۝﴾ (الضحیٰ: 6 تا 8)

"کیا اس نے آپ ﷺ کو یتیم نہیں پایا اور پھر ٹھکانہ فراہم کیا؟ اور آپ ﷺ کو حق کی تلاش میں سرگرداں پایا اور پھر ہدایت بخشی اور آپ ﷺ کو نادار پایا اور پھر مالدار کر دیا۔"

آپ ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے تو اس حال میں کہ والد ماجد عبداللہ کا انتقال آپ کی ولادتِ باسعادت سے قبل ہی ہو چکا تھا۔ چھ سال تک والدہ ماجدہ کے سایۂ عاطفت میں پرورش پانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کا سایہ بھی آپ ﷺ کے سر سے اٹھا لیا۔ نتیجتاً آپ ﷺ اپنے دادا عبدالمطلب کے زیر کفالت اور زیر تربیت آئے، لیکن دو ہی سال کے بعد یتیمی کا ایک اور داغ آپ ﷺ کو دیکھنا پڑا اور انتہائی محبت اور شفقت کرنے والے دادا کی شفقت و محبت کا سایہ بھی آپ ﷺ سے اٹھا لیا گیا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ تک آپ ﷺ اپنے بڑے تایا زبیر بن عبدالمطلب کے زیر کفالت رہے۔ اور پھر اپنے دوسرے تایا ابوطالب کے زیر سرپرستی آپ ﷺ نے اس حیاتِ دنیوی کی ابتدائی منزلیں طے کیں۔ آپ ﷺ نے ابتدائی دور میں شبانی (گلہ بانی) کا وہ فریضہ بھی سرانجام دیا ہے جو غالباً تمام انبیاء و رسل کا ایک مشترک وصف رہا ہے، جس کے بارے میں علامہ اقبال نے نہایت خوبصورتی سے کہا ہے:

اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

آپ ﷺ نے گلہ بانی کی اور یہ بات جان لینی چاہیے کہ عرب کے لق و دق صحرا میں، ایک ایسی فضا میں کہ جہاں دور دور تک کوئی متنفس نظر نہ آتا ہو، اوپر آسمان کا سایہ، نیچے پھیلی ہوئی زمین، ادھر ادھر پہاڑ، یہ درحقیقت فطرت سے قریب تر ہونے کی ایک کیفیت ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنا ابتدائی دور اس کیفیت میں بسر کیا ہے گویا کہ کتابِ فطرت کا مطالعہ دل کھول کر کیا جس کی طرف ایک اشارہ ہے قرآن مجید کے آخری سپارے کی سورۂ مبارکہ الغاشیہ میں۔ فرمایا:

﴿اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَیْفَ خُلِقَتْ ۝ وَاِلَى السَّمَآءِ كَیْفَ رُفِعَتْ ۝ وَاِلَى الْجِبَالِ كَیْفَ نُصِبَتْ ۝ وَاِلَى الْاَرْضِ كَیْفَ سُطِحَتْ ۝﴾

"کیا یہ لوگ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے (عجیب) پیدا کیے گئے ہیں، اور آسمان کی طرف کہ کیسا بلند کیا گیا ہے، اور پہاڑوں کی طرف کہ کس طرح جما دیئے گئے ہیں، اور زمین کی طرف کہ کس طرح بچھائی گئی ہے۔"

یہ ہے وہ کتابِ فطرت جس کے مطالعے سے انسان اپنے فاطر کے قریب ترین آتا ہے۔ اور اس کے بھرپور مواقع میسر آئے محمد رسول اللہ ﷺ کو بالکل ابتدائی زندگی میں۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے کاروبار شروع فرمایا۔ یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ نبی اکرم ﷺ نے کسی خانقاہ میں تربیت حاصل نہیں کی، کسی گوشے میں بیٹھ کر کوئی نفسیاتی ریاضتیں کر کے تزکیۂ نفس نہیں کیا۔ آپ ﷺ نے بھرپور زندگی بسر کی۔ آپ ﷺ نے اپنے وقت کی اعلیٰ ترین سطح پر کاروبار کیا اور اس کاروبار میں آپ ﷺ کے اخلاق، آپ ﷺ کی سیرت و کردار کا لوہا لوگوں نے تسلیم کیا ہے۔ آپ ﷺ کے حسنِ معاملہ اور دیانت و امانت کی وجہ سے آپ ﷺ کو 'الصادق' اور 'الامین' کا خطاب آپ ﷺ کے معاشرے نے دیا۔ تو یہ خطابات ایسے ہی نہیں مل گئے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ آپ ﷺ کے کردار کا لوہا اگر لوگوں نے واقعتاً مانا ہے تو اپنے تجربات کی بنیاد پر مانا ہے۔ سنن ابی داؤد میں ایک صحابی ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آغازِ وحی سے قبل کسی کاروباری معاملہ میں میری اور محمد ﷺ کی کچھ گفتگو ہو رہی تھی۔ اچانک مجھے کوئی کام یاد آیا اور میں حضور ﷺ اجازت لے کر چلا گیا کہ ذرا آپ ﷺ انتظار فرمائیں میں ابھی آیا۔ حضور ﷺ نے وعدہ فرما لیا کہ اچھا میں یہیں تمہارا انتظار کروں گا۔ میں کہیں گیا اور جا کر کچھ ایسا مصروفیات میں گم ہوا کہ مجھے اپنا وعدہ یاد ہی نہ رہا۔ تین دن بعد اچانک مجھے خیال آیا کہ میں نے تو محمد ﷺ سے وعدہ کیا تھا۔ چنانچہ میں گھبرایا ہوا اس جگہ پر پہنچا تو میں نے یہ دیکھا کہ محمد ﷺ وہیں مقیم تھے۔ آپ ﷺ نے کوئی ملامت نہ کی، فرمایا تو صرف اس قدر کہ بہرحال میں اپنے وعدے سے پابند ہو گیا تھا کہ یہیں تمہارا انتظار کرتا۔ یہ واقعہ ایسا ہے کہ اس سے یہ اندازہ ہو سکتا ہے کہ کس قسم کا تجربہ ہوا تھا اہل مکہ کو محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ مطہرہ کا۔

یہ آپ ﷺ کا اخلاق و کردار تھا جس کی وجہ سے آپ ﷺ ان کی آنکھوں کا تارہ بنے۔ آپ ﷺ کو انہوں

نے الصادق اور الامین کا خطاب دیا۔ آپ ﷺ کی جوانی کے دور کے چند اور واقعات میں سے ایک جنگ فجار میں آپ ﷺ کی شمولیت ہے۔ آپ ﷺ کے تایا زبیر بن عبدالمطلب بنی ہاشم کے علمبردار تھے اور آپ ﷺ بھی ان کے پہلو بہ پہلو اس جنگ میں شریک ہوئے، اس لئے کہ قریش اس جنگ میں حق پر تھے۔ اگرچہ اس کی صراحت ملتی ہے کہ آنحضور ﷺ نے کسی کا خون نہیں بہایا۔ اس لئے کہ صرف قومی یا خاندانی معاملات کے لئے کسی انسانی جان کا لینا، یہ محمد رسول اللہ ﷺ کے شایان شان نہ تھا۔ اس جنگ کے بعد قریش کے کچھ نوجوانوں نے ایک عہد کیا جسے حلف الفضول کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ انہوں نے باہمی معاہدہ کیا کہ وہ ظالم کی مخالفت کریں گے، مظلوم کی حمایت کریں گے، حق اور صداقت کے راستے کی تلقین کریں گے۔ آنحضور ﷺ بھی اس حلف میں شریک ہوئے اور آپ ﷺ بعد میں فرمایا کرتے تھے کہ آج بھی اگر اس قسم کے کسی معاہدے کی طرف مجھے دعوت دی جائے تو میں اس پر لبیک کہوں گا۔

خانہ کعبہ کی تعمیر کے موقع پر بھی آپ ﷺ کے تدبر اور فراست کا ایک بہت ہی نادر نمونہ سامنے آیا۔ الغرض یہ جو آپ ﷺ کی زندگی کا دور ہے اسی میں ہمیں وہ مظہر نظر آتے ہیں جن کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ قرآن مجید کی سورہ نون میں جس کا دوسرا نام سورۃ قلم ہے۔

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾

"اور اے محمد ﷺ! بلاشبہ آپ اخلاق حسنہ کی بلندیوں پر فائز ہیں۔"

کاروبار کے ضمن میں آنحضور ﷺ کا معاملہ حضرت خدیجہ ؓ سے ہوا۔ ان کا معاملہ بھی یہ ہے کہ ایک طرف یہ عرب کی متمول ترین خاتون تھیں۔ چنانچہ روایات میں اس کی صراحت ملتی ہے کہ جب قریش کے قافلے سامان تجارت لے کر جاتے تھے تو تنہا ان کا سامان تجارت باقی تمام لوگوں کے مجموعی سامان سے زیادہ ہوتا تھا۔ پھر دوسری طرف ان کی عفت و عصمت، پاکدامنی کا یہ عالم تھا کہ عرب کے اس معاشرے میں ان کو الطاہرہ کا خطاب دیا گیا۔ یہ گویا بالکل ایک فطری اور قرین قیاس بات ہے کہ الصادق اور الامین کا نکاح الطاہرہ سے ہوتا۔ مشیت الٰہی میں یہی طے تھا۔ بہرحال حضرت خدیجہ الکبریٰ ؓ سے نکاح کی صورت میں وہ بات سامنے آتی ہے جو سورۃ الضحیٰ میں ان الفاظ میں وارد ہوئی ہے۔

﴿وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى﴾

"(اے محمد ﷺ!) اور پایا آپ کو تنگدست پس غنی کر دیا۔"

جہاں تک قلب محمدی ﷺ کا تعلق ہے وہ تو ہمیشہ غنی تھا لیکن ظاہری اور دنیوی اعتبار سے جسے ہم تنگدست کہتے ہیں اس کی اگر کوئی کیفیت نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ میں اب تک رہی بھی تھی تو اب جبکہ مکہ کی متمول ترین خاتون آپ ﷺ کے حبالۂ عقد میں آ گئیں، جو انتہائی جانثار اور اپنا سب کچھ نچھاور کرنے والی بیوی تھیں۔ اس کے بعد اس دنیوی احتیاج یا کمزوری کا بھی کوئی معاملہ باقی نہ رہا۔

حضرت خدیجہ ؓ کی عفت و عصمت اور پاکدامنی کا یہ عالم تھا کہ عرب کے جاہلی معاشرے میں ان کو 'الطاہرہ' کا خطاب دیا گیا۔ یہ گویا بالکل ایک فطری اور قرین قیاس بات ہے کہ 'الصادق' اور 'الامین' کا نکاح الطاہرہ سے ہوتا

حضور ﷺ کی زندگی کا یہ دور ایک بھرپور انسانی زندگی کا نقشہ پیش کرتا ہے۔ ایک محبت کرنے والی جاں نثار اور وفادار بیوی رفیقۂ حیات ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ان زوجۂ محترمہ سے اولاد بھی عطا فرمائی۔ ایک انتہائی باعزت اور بافراغت زندگی آپ ﷺ بسر فرما رہے تھے۔

لیکن اب آپ ﷺ کے اندر داعیہ ابھرا اور توجہ کائنات اور خالق کائنات اور عالم بالا کی طرف مبذول و منعطف ہوئی۔ اب غور و فکر کا مادہ کسی اور رخ پر پروان چڑھنا شروع ہوا۔ چنانچہ وہ روایت ہمیں ملتی ہے جس کی راویہ ہیں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور بخاری شریف میں یہ روایت پہلے ہی باب میں موجود ہے کہ جب آپ ﷺ کی عمر شریف 40 برس کے لگ بھگ ہوئی تو آپ ﷺ کو خلوت گزینی محبوب ہو گئی اور آپ ﷺ غار حرا میں خلوت گزینی اختیار فرماتے تھے۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ غار حرا میں آپؐ عبادت کیا کرتے تھے۔ اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ عبادت کس قسم کی تھی۔ آپ ﷺ کسی سابقہ امت میں نہ تھے، کسی نبی کے پیرو نہ تھے۔ کوئی عبادت کا طریقہ ایسا نہ تھا کہ جو آپ ﷺ جو کسی اور نبی کی پیروی یا کسی اور امت میں ہونے کی وجہ سے معلوم ہوتا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ابھی ملاقات نہ ہوئی تھی۔ تو یہ عبادت کیسی تھی۔ اس کا جواب شارحین حدیث نے یہ دیا ہے کہ غار حرا میں آپ ﷺ کی عبادت غور و فکر اور عبرت پذیری پر مشتمل تھی۔ سوچ بچار، کتاب فطرت کا مطالعہ، خود اپنی فطرت کی گہرائیوں میں غواصی اور نگاہ عبرت سے ماحول کا جائزہ و تجزیہ۔ یہ تھی آپ ﷺ کی غار حرا میں عبادت۔ بقول علامہ اقبال:

؎ اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی

یہ غور و فکر کہ نوع انسانی کس حالت میں مبتلا ہے۔ خاص طور پر خود آپ ﷺ کی قوم اخلاق کے اعتبار سے کتنی پستی میں مبتلا ہو چکی ہے۔ کس طرح کے شرک کا دور دورہ ہے۔ معبود حقیقی سے لوگ کس طرح اپنا رخ موڑ چکے ہیں۔ یہ سارا غور و فکر نوع انسانی کی ضلالت اور گمراہی پر وہ بھاری رنج و غم تھا جس کے بارے میں قرآن مجید میں بار بار گواہی ملتی ہے

﴿لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ (سورۃ الشعراء)

"(اے پیغمبر) شاید تم اس (رنج) سے کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے، اپنے تئیں ہلاک کر دو گے۔"

یہ وہ کیفیات تھیں جن کے ساتھ محمد رسول اللہ ﷺ غار حرا میں اعتکاف فرما رہے تھے۔ اسی عالم میں پردے اٹھتے ہیں اور صرف پردے ہی نہیں اٹھتے بلکہ آپ ﷺ پوری نوع انسانی کی ہدایت پر مامور کیے جاتے ہیں۔ اور آپ ﷺ کا دور دعوت تا قیام قیامت مقرر کیا جاتا ہے۔

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر
اٹھتے ہیں حجاب آخر کرتے ہیں خطاب آخر

یہ ہے تفسیر سورۃ الضحیٰ کی اس آیت کی جس میں فرمایا:

﴿وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى﴾

"اور اللہ نے پایا آپ ﷺ کو تلاش حقیقت میں سرگرداں تو آپ ﷺ پر راہ ہدایت منکشف کر دی۔"

گویا غار حرا کی خلوتوں میں آپ ﷺ حقیقت کے دروازوں پر دستک دے رہے تھے، دروازے کھول دیئے گئے، پردے اٹھا دیئے گئے۔ حضرت جبرئیل امین سے ملاقات ہوئی۔ وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلی ملاقات جس میں نزول وحی کا آغاز ہوا، بیداری اور نیند کے بین بین کیفیت نیم بیداری کے عالم میں ہوئی۔ بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کوئی لکھی ہوئی تختی تھی جس پر آیات مرقوم تھیں۔ بہت سے محققین کی یہ رائے بڑی وزنی معلوم ہوتی ہے کہ سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات سے محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا آغاز ہوا اور سورۃ المدثر کی ابتدائی آیات سے آپ ﷺ کی رسالت کا آغاز ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جناب صدر! اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے

نذیر یٰسین

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’اور وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا، ہم انہیں بتدریج لے جائیں گے (تباہی و ہلاکت کی طرف) ایک ایسے طریقے سے کہ انہیں خبر تک نہ ہوگی اور میں ان کو ڈھیل دوں گا، بے شک میری چال بڑی ہی مضبوط ہے۔‘‘ (سورۃ الاعراف: 183-182)

موجودہ تناظر میں یہ آیت صدر پرویز مشرف پر منطبق ہورہی ہے۔ گزشتہ نو برسوں سے اُن کا کردار اس حقیقت کی عملی شہادت دے رہا ہے۔

پرویز مشرف نے اکتوبر 1999ء میں اپنے کمانڈو ایکشن کے ذریعے اقتدار پر قبضہ کیا تو لوگوں نے انہیں اپنا نجات دہندہ اور ہیرو باور کرتے ہوئے مٹھائیاں تقسیم کی تھیں۔ اپنی برطرفی کے حکم کو قبول کرنے کی بجائے وزیراعظم کو ہی رخصت کردینے کا کارنامہ، سرانجام دے کر انہوں نے اپنی نوعیت کی ایک منفرد مثال قائم کی تھی۔ ضلعی حکومتوں کے نظام، ابن الوقت، کرپٹ سیاسی عناصر کی تائید وحمایت، فوجی طاقت اور امریکی آشیرباد کے بل بوتے پر اپنے اقتدار کو مستحکم و پائیدار سمجھنے والے صدر پرویز مشرف کے لئے کیا قدرت الٰہی کی یہی نشانی کافی نہیں کہ معزول چیف جسٹس افتخار محمد چودھری کے ایک حرف انکار نے اُنہیں ایک سال سے بھی کم عرصہ میں کس قدر کمزور و بے بس بنا کر رکھ دیا ہے؟ یہ حقیقت واضح ہوجانے کے باوجود کہ حالیہ انتخابات میں پاکستانی قوم نے اُن کی معاشی ترقیاتی پالیسیوں اور نام نہاد دہشت گردی کے خلاف لڑی جانے والی امریکی مفادات کی جنگ کو مسترد کردیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایوان صدر اور نئی منتخب پارلیمنٹ میں لڑائی تباہ کن ہوگی، میں آنے والی حکومت کے ساتھ پورے پانچ سال چلنے کا منتظر ہوں، اس کے بغیر معاشی ترقی کا تسلسل اور دہشت گردی کے خلاف جنگ میں کامیابی کا مقصد حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

آصف زرداری سے ملاقات کے موقع پر امریکی سفیر این ڈبلیو پیٹرسن نے کہا کہ ہماری خواہش ہے کہ ’’نئی حکومت کی طرف سے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔‘‘ امریکا کی اصل خواہش اور اس کا بہترین مفاد اسی میں ہے کہ نئی منتخب حکومت نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کو نہ صرف جاری رکھے بلکہ اسے تقویت دینے کے لئے ملک میں ’’روشن خیالی‘‘ کے پھیلاؤ کا زیادہ سے زیادہ اہتمام بھی کرے۔ اگر وہ ایسا کرنے کی مکمل یقین دہانی اور اس کی طرف مثبت عملی پیش رفت بھی دکھا ڈالے تو امریکہ اپنے وفادار اتحادی پرویز مشرف کو رخصت کرنے پر بھی راضی ہوسکتا ہے۔ لیکن کیا پیپلز پارٹی اور ن لیگ کی مشترکہ حکومت کے لئے ایسا کرنا ممکن ہوگا؟ پاکستان کی موجودہ صورتحال کے تناظر میں تو بظاہر ایسا ہونا ممکن دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ یہ دونوں جماعتیں نہ صرف امریکا کی زخم خوردہ ہیں بلکہ ماضی کی غلطیوں کو نہ دہرانے کا عزم کئے ہوئے ہیں۔ وہ عوام کے اندر موجود اپنی مضبوط ساکھ کو امریکی مفادات کی بھینٹ چڑھانے کی حماقت نہیں کرسکتیں اور یوں دکھائی دیتا ہے کہ امریکی دباؤ کا مقابلہ کرنے کے لئے ہی وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کی پالیسی پر عمل پیرا ہوئی ہیں۔ وہ اس وقت امریکا کو مزید کچھ دینے کی بجائے اُس سے کچھ نہ کچھ چھیننے کی پوزیشن میں آچکی ہیں اور اس مقصد کے لئے اُن پر روز بروز عوامی دباؤ میں بھی اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے۔ اب جب کہ امریکا کے صدارتی انتخابات بھی قریب آتے جارہے ہیں تو کیا امریکی حکومت ان تمام معاملات میں پسپائی کی متحمل ہوسکتی ہے؟ یقیناً اس کا جواب بھی نفی میں ہی ہے تو پھر امریکی اور پاکستانی مفادات کی اس کشمکش کا نتیجہ کیا ہوگا؟ امریکی مفادات کے ساتھ مصالحت و ہم آہنگی اور یا پھر تصادم وٹکراؤ؟ مفاہمت کا راستہ پاکستانی قوم کی ہزیمت و شکست کے مترادف ہے۔ لیکن امریکی مفادات کی خاطر ایسی ’مصالحت‘ کے لئے سازشوں کے جال بنے جائیں گے تا کہ پیپلز پارٹی اور ن لیگ کا اتحاد ناکامی سے دوچار ہو جائے اور یا پھر امریکی مفادات کے ساتھ ہم آہنگی اختیار کرنے پر مجبور ہو جائے۔ ہماری پارلیمانی تاریخ سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا ہونا عین ممکن ہے۔ پیپلز پارٹی اور ن لیگ کے اتحاد کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ دونوں پارٹیاں اپنے اپنے ارکان اسمبلی کی وفاداریوں کے تبدیل ہوجانے کے خدشہ سے دوچار ہیں جس کا بہترین توڑ دونوں جماعتوں کے باہمی تعاون سے ہی ممکن ہے۔ اگر یہ دونوں جماعتیں اپنے ارکان اسمبلی کی حمایت سے اس قدر محروم نہ ہوئیں کہ ان کی مشترکہ حکومت کے خاتمہ کی ہی نوبت آگئی تو پھر امریکہ کے ساتھ تصادم وٹکراؤ ناگزیر ہے۔ اس تصادم کو عملی شکل دینے کا مہرہ پرویز مشرف ہی ہوسکتے ہیں لہذا فی الحال امریکہ ایسی کسی کوشش کو پسند نہیں کرے گا جس سے صدر پرویز مشرف کی پوزیشن مزید کمزور ہو۔ معزول شدہ عدلیہ کی بحالی کے فیصلہ کو قبول کرلینے کا مطلب مستقبل میں مزید کئی معاملات میں امریکی پسپائی کی راہ ہموار کرنے کے مترادف ہوگا، لہذا اس معاملہ کو یہیں پہ روکنے کی تدابیر کی جائیں گی۔

یہ ممکنہ تدابیر کیا ہوسکتی ہیں؟ زیادہ خدشہ صدارتی اختیار کو استعمال کرتے ہوئے اسمبلیوں کی برخاستگی کا ظاہر کیا جارہا ہے اور نوزائیدہ اسمبلیوں کو توڑنے کے اس فیصلہ کو احمقانہ اور اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارنے کے مترادف ہی کہا جاسکتا ہے۔ اس فیصلہ کے نتائج وعواقب کا کچھ نہ کچھ اندازہ صدر کو بھی ضرور ہوگا۔ یہ کوشش ایک نئے آئینی و سیاسی بحران کو جنم دینے کے علاوہ ملک میں انتشار وافراتفری پیدا کرنے کا باعث بن سکتی ہے۔

کور کمانڈرز کی حالیہ میٹنگ کے اختتام پر جاری ہونے والے اعلامیہ میں کہا گیا ہے کہ فوج اپنے آئینی دائرہ کار کے اندر کام کرے گی اور یہ کہ فوج اور ایوان صدر میں دوری کا تاثر پیدا کیا جارہا ہے، کو تجزیہ نگار اسے ایک ذومعنی بیان قرار دے رہے ہیں۔ اس اعلامیہ سے فوج کی سیاسی معاملات سے مکمل لاتعلقی اور اس کی غیر جانبداری کا قطعی ثبوت نہیں ملتا۔ افواج پاکستان کو یہ حقیقت اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ اگر اب کی بار انہوں نے اپنی آئینی حدود سے تجاوز کی کوشش کی تو اس سے ملک وقوم اور خود فوج کو جو نقصان پہنچے گا، اس کا شاید تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ ریاستی اداروں کے مابین تصادم وٹکراؤ کے علاوہ خود فوج کے اندر انتشار پیدا ہو جانے کا امکان بھی رد نہیں کیا جاسکتا۔ اگر خدانخواستہ نوبت خانہ جنگی تک پہنچ گئی تو دشمن کا مقصد پورا ہوجائے گا اور اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کو بھی نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔ مزید برآں حالیہ انتخابی نتائج کے حوالہ سے یہ خدشہ بھی ظاہر کیا جارہا ہے کہ ان میں علاقائی قوتوں کی کامیابی مستقبل میں تقسیم پاکستان کی راہ ہموار کرنے کا سبب بھی بن سکتی ہے۔ مستقبل کے ان اندیشہ ہائے

دور دراز سے نمٹنے کا فوری تقاضا ہے کہ افواج پاکستان نئی منتخب حکومت کو اپنے مکمل تعاون کا یقین دلائے اور صدر مشرف کو ابھی سے بتا دیا جائے کہ اُن کے کسی غیر آئینی حکم کی تعمیل نہیں کیا جائے گی۔ صدر مشرف کی تابعداری اور امریکی مفادات کی حفاظت کے لئے فوج نے اگر نئی منتخب حکومت کے خلاف کوئی مہم جوئی کی تو اس کا یہ عمل سخت تباہ کن ہوگا۔

قرآن حکیم میں بیان کئے گئے اہم تاریخی کردار قارون کا واقعہ موجودہ حالات میں ہمارے لئے ایک قابل عبرت مثال بن سکتا ہے۔ قارون کا تعلق اگرچہ فرعون مصر کی محکوم قوم یعنی بنی اسرائیل سے تھا، تاہم بذات خود وہ فرعون کا ایک بہت اہم اور مقرب درباری تھا اور اس تقرب کی وجوہات میں سے ایک اُس کا اپنی ہی قوم کے خلاف سرکشی کرتے ہوئے بنی اسرائیل پر ڈھائے جانے والے مظالم میں فرعون مصر کی حمایت و معاونت کرنا تھا۔ حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم نے اگرچہ اُسے ان حرکتوں سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی، تاہم اس کی سرکشی روز بروز بڑھتی ہی چلی گئی تھی اور بالآخر اُسے زمین میں دھنسا کر دوسروں کے لئے نشانِ عبرت بنا دیا گیا تھا۔

قصہ قارون وفرعون کے تناظر میں اس حقیقت سے کوئی صاحب دانش انکار نہیں کر سکتا کہ امریکا دور حاضر کا فرعون بن چکا ہے تو اس کا تقرب وخوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس کے عالمی ایجنڈا کو آگے بڑھانے میں مصروف عمل اور اپنی ہی قوم کو نشانہ مشق بنانے والے حکمرانوں کی حیثیت اس دور کے قارونوں کی سی ہے۔ اس وقت پاکستان اور یہاں کے امریکا نواز ٹولہ کی امریکا کے نزدیک اہمیت ووقعت کی بھی دو ہی بڑی وجوہات ہیں۔ اول پاکستان کی جیو پولیٹیکل وسٹریٹیجک پوزیشن اور دوم اس طبقہ کا امریکی فرماں برداری میں اپنے ہی ہم وطنوں کے خلاف برسرپیکار ہونے کی پالیسی۔ اگر اس امریکا نواز طبقہ نے اپنی موجودہ روش کو تبدیل نہ کیا تو جلد یا بدیر ان کی گرفت ہو کر رہے گی خواہ یہ گرفت براہ راست عذاب الٰہی کی صورت میں ہو اور یا پھر خلق خدا کے انتقام کی صورت میں۔

صدر پرویز مشرف اور ان کے حواریوں کے اب تک کے کارناموں اور ختم ہوتی نظر نہ آنے والی ہٹ دھرمی خودسری کی پالیسیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہر قیمت پر اپنے اقتدار کا تحفظ ودوام چاہتے ہیں، چاہے اس کے لئے ملک کی سلامتی کو ہی داؤ پر لگانا پڑے۔ لیکن وقت آ گیا ہے کہ صدر صاحب تلخ حقیقت کو تسلیم کریں۔ انہیں جان لینا چاہیے ان کی مہلت عمل اب ختم ہونے کو ہے اور ان کی دراز شدہ رسی کو کسی بھی وقت فیصلہ کن وتباہ کن جھٹکا لگ سکتا ہے کہ رب کی پکڑ بہت شدید اور اس کی چال بہت ہی مضبوط ہوتی ہے۔

توہین آمیز خاکوں کی اشاعت پر ہمارا ردعمل

محمد سمیع

رات کے تقریباً ساڑھے دس بجے سائیکل سواروں کی فائرنگ سے فضا گونج اٹھی۔ اس وقت میں بجلی کی لوڈشیڈنگ کے نتیجے میں پیش آمدہ اذیت سے تنگ آ کر اپنے فلیٹ سے باہر دوکان کے پاس بیٹھا تھا۔ کراچی میں فائرنگ معمول کا واقعہ بن چکا ہے۔ بہرحال دوکانداروں نے دھڑا دھڑ اپنی دوکانیں بند کرنی شروع کر دیں اور دیکھتے ہی دیکھتے سڑک پر سناٹا چھا گیا۔ یہ اس شب ہوا جس کے اگلے دن ایک مذہبی تنظیم کی جانب سے پیغمبر آخر الزماں ﷺ کے بارے میں توہین آمیز خاکوں کی دوبارہ اشاعت کے ردعمل کے طور پر شہر میں ہڑتال کا اعلان کیا گیا تھا۔ اگلی صبح اخبارات میں شرپسندوں کی جانب سے شہر کے مختلف مقامات پر فائرنگ اور اس کے نتیجے میں کچھ لوگوں کے زخمی ہونے کی خبریں موجود تھیں۔ ساتھ ہی ساتھ متعدد گاڑیوں کے جلائے جانے کی خبر بھی شائع ہوئی تھی۔

> مغرب کے انتہا پسندوں کی جانب سے نبی اکرمؐ کی شان میں گستاخی کا معاملہ تمام مسلمانوں سے متعلق ہے جبکہ احتجاجی مظاہرے صرف مذہبی جماعتوں اور چند ہی دیگر تنظیم کی طرف سے ہو رہے ہیں۔ دیگر انجمنوں، اداروں بالخصوص سیاسی جماعتوں کی جانب سے اس غلیظ حرکت کے خلاف احتجاج کیوں نہیں ہو رہا ہے؟

گزشتہ دنوں ملک کے ایک معروف کالم نگار نے اپنے کالم میں مغرب کے طور طریقوں مثلاً وکٹری کا نشان بنانے، ملین مارچ وغیرہ کو ہماری سیاسی اور مذہبی تنظیموں کی جانب سے اختیار کرنے کا تذکرہ تنقیدی انداز میں کیا تھا۔ ان کی اس تنقید پر مجھے اپنے ایک استاد محترم کی کہی ہوئی بات یاد آ گئی۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ "یک من نقل را دہ من عقل مے باید"، یعنی ایک من نقل کے لئے سو من عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کا مشاہدہ تو ہم نے بھی ایک امتحان کے دوران کیا تھا، جب کچھ مہربان نقل کے لئے پرچیاں نیچے سے امتحانی کمروں میں بھیج رہے تھے اور عالم یہ تھا کہ آرٹس کے طلبہ اپنے امتحانی پرچے میں شامل عبارت کا خلاصہ اس پرچی سے نقل کر رہے تھے جو اس عبارت کا خلاصہ تھا جو کامرس کے طلبہ کے امتحانی پرچے میں شامل تھی۔ بعد میں ان کی حالت دیدنی تھی، جب ان پر یہ انکشاف ہوا کہ وہ کتنی بڑی غلطی کر آئے ہیں۔ ہمارا بھی یہی حال ہے۔ مغرب میں ہڑتالیں، دھرنے، گھیراؤ وغیرہ پرامن ہوتے ہیں اور ان کے نتیجے میں وہ اپنے مطالبات منواتے ہیں لیکن ہماری کوئی ہڑتال، کوئی مظاہرہ پرامن نہیں ہوتا۔ گھیراؤ کے ساتھ اس کا ہم قافیہ جلاؤ بھی شامل ہوتا ہے۔ توڑ پھوڑ، فائرنگ یہ سب ہمارے معمول میں شامل ہوتا ہے۔ گو یہ سارے طور طریقے ہمارے اسلاف کے نہیں ہیں لیکن چلئے اس فرمان رسول ﷺ کے مطابق کہ حکمت مومن کی گمشدہ میراث ہے، جہاں اسے پائے فوراً لے لے، اگر ہم اپنے جذبات کا اظہار ان طریقوں سے کرتے ہیں تو اس میں کوئی حرج بھی نہیں لیکن کیا ضروری ہے توڑ پھوڑ، آتشزدگی اور فائرنگ وغیرہ بھی شامل کر لئے جائیں۔ نقصان کس کا ہوتا ہے؟ گاڑی جلی تو بیچارے ٹرانسپورٹر کا نقصان ہوا۔ ایک پبلک ٹرانسپورٹ کم ہوئی۔ عوام کی تکالیف میں اضافہ ہوا۔ بعض لوگ زخمی ہو گئے بلکہ بعض اوقات ہلاکتوں تک کی نوبت آ جاتی ہے۔ آخر یہ تمام طور طریقے پرامن طور پر کیوں نہیں اختیار کئے جاتے۔ لیکن بات وہی ہے کہ یک من نقل را دہ من عقل مے باید۔

نبی اکرم ﷺ کی توہین تو کیا، آپؐ کی شان میں معمولی سی معمولی گستاخی بھی کوئی بندۂ مومن برداشت نہیں کر سکتا، کیونکہ یہ اس کی ایمانی غیرت کا تقاضا ہے۔ مغرب کی جانب سے ہمارے دینی جذبات کو مجروح کرنے کا یہ پہلا موقع نہیں ہے۔ اب تو یہ ان کا مستقل چلن بن گیا ہے۔ ہم ہر موقع پر احتجاج کرتے ہیں۔ چند دنوں تک یہ سلسلہ چلتا ہے پھر معاملہ ٹھنڈا پڑ جاتا ہے لیکن مغرب کے سینے کی جلن انہیں پھر کسی ایسی حرکت پر آمادہ کر دیتی ہے جس سے ہمارے زخم تازہ ہو جاتے ہیں اور ہماری جانب سے احتجاج کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو جاتا ہے۔ بابری مسجد

کی شہادت، گوانتاناموبے میں قرآن کریم کی توہین، مغربی اخبارات میں نبی اکرم ﷺ کے بارے میں توہین آمیز خاکوں کی اشاعت، یہ سب ہو چکا ہے، لیکن مغربی دنیا چین سے نہیں بیٹھی۔ وہ جو کہتے ہیں کہ بچھو کا ڈنک مارنا اس کی فطرت کا تقاضا ہوتا ہے۔ اب مغرب کے ایک بچھو نے امت مسلمہ کو ایک اور ڈنک مارا ہے۔ نام نہاد ”مہذب“ دنیا کی ایک پارلیمنٹ کے ایک رکن گیرٹ وائلڈرز نے قرآن کی توہین پر مبنی ایک فلم بنائی ہے جس کے ریلیز کئے جانے کی خبریں آ رہی ہیں۔

اس حوالے سے دو باتیں قابل غور ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ جذبات کے اظہار کے جو طریقے ہم نے اختیار کر رکھے ہیں وہ اتنے مؤثر کیوں نہیں ہوتے کہ مغرب کو اس کی حرکتوں کو باز رکھ سکیں۔ اب اسی معاملے کو لے ہی لیجئے۔ کیا یہ معاملہ صرف مذہبی جماعتوں ہی سے متعلق ہے یا اس کا تعلق تمام مسلمانوں، ان کے اداروں اور جماعتوں سے ہے۔ یقیناً آپ یہی کہیں گے کہ یہ معاملہ تمام مسلمانوں سے متعلق ہے تو پھر کیا بات ہے کہ احتجاجی مظاہرے صرف مذہبی جماعتوں اور چند ہی دیگر تناظیم کی طرف سے ہو رہے ہیں۔ دیگر انجمنوں، اداروں بالخصوص سیاسی جماعتوں کی جانب سے اس غلیظ حرکت کے خلاف احتجاج کیوں نہیں ہو رہا ہے؟ اُن کی جانب سے اس معاملہ کو سنجیدگی سے کیوں نہیں لیا جا رہا ہے؟ پیپلز پارٹی حکومت بنانے جا رہی ہے۔ آپ نے اس کے شریک چیئرمین کا بیان تو پڑھا ہی ہوگا۔ انہوں نے کتنا ہولا ہاتھ رکھا ہے۔ پھر ہر مذہبی جماعت الگ الگ مظاہرے کر رہی ہے۔ ضرورت تو اس بات کی ہے کہ وطن عزیز کے ہر شہر میں مختلف ایام میں تمام جماعتیں اور انجمنیں خواہ وہ، سیاسی ہوں، فلاحی ہوں یا کسے باشد، مشترکہ طور پر وطن عزیز کے ہر شہر میں مختلف ایام میں مسلسل احتجاجی مظاہرے منعقد کریں۔ اگر اللہ کے رسول ﷺ کی توہین پر قوم اکٹھی نہیں ہو سکتی تو کب ہوگی۔ یہی معاملہ ہڑتالوں کا ہے۔ بجائے اس کے کہ ہر جماعت الگ الگ ہڑتال کی کال دے، پوری قوم ایک بار متحد ہو کر ملک گیر سطح پر اپنا احتجاج ریکارڈ کروائے۔ آخر پانچ فروری کو کشمیریوں سے یکجہتی کے لئے ہم متحد ہو کر ملک گیر ہڑتال کرتے ہیں، تو اس معاملے میں ایسا کیوں نہیں کر سکتے۔

دوسری قابل غور بات مطالبات ہیں۔ کہا یہ جا رہا ہے کہ ہماری حکومت ڈنمارک سے اپنا سفارتی تعلق منقطع کرے۔ کیا عوامی سطح پر محض مطالبات سے حکومت یہ اقدام کرے گی۔ کیا حکومت پر دباؤ ڈالنے کے لئے حکومتی اداروں کے سامنے دھرنے نہیں دیئے جا سکتے؟ یا تو اس کے نتیجے میں حکومت گھٹنے ٹیک کر یہ عوامی مطالبہ تسلیم کرلے یا مذاکرات کے ذریعہ عوام میں موجود ان کے قائدین کو قائل کرلے کہ ایسا اقدام کیوں ممکن نہیں ہے۔ مذہبی سیاسی جماعتیں حکومتوں کو گرانے کے لئے ماضی میں پارلیمنٹ کے سامنے دھرنا ڈال سکتی ہیں تو اس حساس ترین مسئلے پر وہ ایسا کیوں نہیں کر سکتیں۔ ہمارے مدارس کی تنظیموں کی جانب سے خاموشی اور محض بیانات پر اکتفا کرنے کی پالیسی بھی ناقابل فہم ہے۔ کیا ہمارے ملک کے جید علماء اس سلسلے میں حکومت سے رابطے کرکے حکمرانوں کی رہنمائی نہیں کر سکتے؟ دوسرا مطالبہ جو سامنے آیا ہے وہ ڈنمارک کی مصنوعات کے بائیکاٹ کا ہے۔ ایسے مطالبات ماضی میں بھی کئے گئے لیکن آج تک اس پر عملدرآمد نہیں ہو سکا۔ اس کی مختلف وجوہ ہیں۔ پہلی وجہ عوام کی ان مصنوعات کے بارے میں لاعلمی ہے۔ عوام میں بائیکاٹ کا شعور پیدا کرنے کے لئے اب تک کسی نے کوئی کام نہیں کیا۔ چلئے کچھ لوگ اپنے طور پر بائیکاٹ پر آمادہ ہو بھی جاتے ہیں تو ان کے سامنے متبادل ملکی مصنوعات ہونی چاہئیں۔ اول تو ایسی بیشتر مصنوعات ہمارے ہاں تیار ہی نہیں کی جاتیں اور اگر ایک آدھ ایسی اشیاء ہیں بھی تو ان کا معیار کیا ہے اور ان کی قیمتوں کی سطح کیا ہے؟ شائد ہمارے قارئین کو یہ بات پسند نہ آئے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمارے کاروباری طبقے کے دلوں میں اسی قدر سختی پیدا ہو چکی ہے جس قدر دلوں کے سخت ہونے کا بیان سورۃ البقرہ میں آیا ہے (ترجمہ) ”آخر کار تمہارے دل سخت ہو گئے، پتھروں کی طرح سخت بلکہ سختی میں کچھ ان سے بھی بڑھے ہوئے، کیونکہ پتھروں میں تو کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جس میں سے چشمے پھوٹ پڑتے ہیں، کوئی پھٹتا ہے اور اس میں سے پانی نکل آتا ہے اور کوئی اللہ کے خوف سے لرز کر گر بھی پڑتا ہے۔“ اس کا ثبوت وہ سنگ دلانہ رویہ ہے جو کاروباری طبقے نے اپنایا ہوا ہے۔ گزشتہ چند سالوں میں چینی، آٹے اور دیگر خوردنی اشیاء کی مصنوعی قلت پیدا کرکے اور قیمتوں میں بے انتہا اضافہ کرکے اس طبقے کے کچھ افراد نے جس طرح عوام کا خون چوسا ہے، وہ کہاں کی انسانیت اور کہاں کی مسلمانی ہے۔ بلکہ سچ پوچھئے کہ اگر آج اسلام پر مغربی یلغار کی وجوہات پر غور کیا جائے تو ہمیں محسوس ہوگا کہ اس کا خود ہماری اپنی ذات اور کردار سے کتنا تعلق ہے۔ آج مسلمان امت جس اخلاقی زوال کا شکار ہے، اس کے نتیجے میں غیر مسلموں کی نظر میں ہماری وقعت ختم ہو گئی ہے۔ اس حقیقت کا اندازہ مشہور مغربی دانشور جارج برنارڈ شا کے ایک قول سے لگایا جا سکتا ہے۔ اس نے کہا تھا: جب میں قرآن پڑھتا ہوں تو مجھے دنیا میں اس سے بہتر کوئی کتاب نظر نہیں آتی اور جب میں مسلمانوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے اس سے ذلیل قوم کوئی نظر نہیں آتی۔ اسی بات کو مثبت انداز میں محترم مفتی تقی عثمانی نے اس طرح بیان کیا ہے کہ دنیا تو اسلام میں داخل ہونے کے لئے تیار ہے لیکن اس کے دروازے پر ہم بیٹھے ہیں۔ یہ ہے وہ نمائندگی جو ہم اللہ کے دین کے بارے میں کر رہے ہیں۔ حالانکہ ہمیں پتہ ہے کہ بنی اسرائیل کو امت مسلمہ کے منصب سے اس لئے معزول کیا گیا تھا کہ وہ دنیا میں اللہ کے دین کی غلط نمائندگی کر رہی تھی۔

اگر آج ہم میں سے ہر شخص یہ طے کرلے کہ اپنی زندگی کو حتی الامکان اسلامی تعلیمات کے تابع کرلوں گا چاہے جو ہو سو ہو تو اس طرح کے معاشرہ کی ایک نظیر قائم ہو سکتی ہے جیسی پہلی اسلامی ریاست مدینہ کا تھا۔ ہم نے پاکستان کو ایک خالص اسلامی فلاحی ریاست بنانا تھا لیکن افسوس کہ ساٹھ سال کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود ہم اس شاہراہ پر گامزن ہونے کے لئے تیار نہیں، جس کی منزل اسلام ہے۔ لہٰذا ہم نے نظام خلافت اپنے ہاں قائم کرنے کی بجائے اغیار کے نظام کو سینے سے لگا رکھا ہے جس کی لپیٹ میں آج وطن عزیز آیا ہوا ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ مغرب کی یلغار کا سدباب ہو تو ہمیں مومن بننا پڑے گا۔ قرآن کریم ہمیں بتاتا ہے کہ ”غالب تم ہی رہو گے بشرطیکہ مومن ہو“ (سورۃ آل عمران)۔ جب تک یہ نہیں ہوتا ہماری صدائے احتجاج صدا بصحرا ہی بنی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مومن بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں مقیم، رفیق تنظیم، عمر 32 سال، تعلیم ایم اے پبلک ایڈمنسٹریشن، معقول تنخواہ کے لئے ترجیحاً لاہور سے موزوں رشتہ مطلوب ہے۔
برائے رابطہ: 0321-4909411

☆ لاہور میں رہائش پذیر مغل خاندان کو اپنی بیٹی، عمر 31 سال، تعلیم ایم ایس سی (کیمسٹری)، اہلحدیث، گورنمنٹ کالج میں لیکچرر، باپردہ، صوم وصلوٰۃ کی پابند، کے لیے دینی مزاج کے حامل، ہم پلہ، تعلیم یافتہ، برسرروزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ لاہور کے رہائشی کو ترجیح دی جائے گی۔
برائے رابطہ: 0333-3145693

دعائے صحت کی اپیل

☆ منفرد رفیق تنظیم محمد حامد محمود کی والدہ صاحبہ علیل ہیں
☆ تنظیم اسلامی کراچی وسطی کے ملتزم رفیق محمد ریاض کا پتھری کا آپریشن ہوا ہے

اللہ تعالیٰ بیماروں کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے۔ قارئین، اور رفقائے تنظیم اسلامی سے بھی دعائے صحت کی اپیل ہے

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری

فرقان دانش خان

پاکستان کے 24 ویں وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی 9 جون 1952ء کو کراچی میں پیدا ہوئے، اُن کا تعلق جنوبی پنجاب کے ضلع ملتان کے ایک ایسے بااثر جاگیردار پیر گھرانے سے ہے جو پچھلی کئی نسلوں سے سیاست میں مضبوطی سے قدم جمائے ہوئے ہے۔ ملتان کی درگاہ حضرت موسیٰ پاک کے گدی نشین ہونے کی بنا پر ان کا خاندان مریدین یا روحانی پیروکاروں کا بھی وسیع حلقہ رکھتا ہے۔ ان کے دادا سید محمد رضا گیلانی تحریک پاکستان کے رہنماؤں میں شمار کئے جاتے ہیں اور ان کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے کبھی کسی انتخاب میں شکست نہیں کھائی۔ ان کے والد کا نام سید علمدار حسین گیلانی ہے جبکہ معروف سیاست دان حامد رضا گیلانی ان کے چچا تھے۔

یوسف رضا گیلانی کی مسلم لیگ فنکشنل کے سربراہ اور نامور بزرگ سیاست دان پیر پگاڑا سے بھی قریبی نسبتی عزیز داری بھی ہے اور پیر پگاڑا کی پوتی یوسف رضا گیلانی کی گزشتہ روز بہو بھی بن گئی ہیں۔

یوسف رضا گیلانی نے 1970ء میں گریجوایشن اور 1976ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے صحافت کیا۔ انہوں نے اپنی عملی سیاست کا آغاز 1978ء میں اس وقت کیا جب انہیں مسلم لیگ کی سینٹرل ورکنگ کمیٹی کا رکن چنا گیا اور 1982ء میں وہ وفاقی کونسل کے رکن بن گئے۔

یوسف رضا گیلانی نے 1983ء میں ضلع کونسل کے انتخابات میں حصہ لیا اور سابق سپیکر قومی اسمبلی اور پیپلز پارٹی کے موجودہ رہنما سید فخر امام کو شکست دے کر چیئرمین ضلع کونسل ملتان منتخب ہوئے۔ 1985ء میں انہوں نے جنرل ضیاء الحق کے غیر جماعتی انتخابات میں حصہ لیا اور وزیراعظم محمد خان جونیجو کی کابینہ میں وزیر ہاؤسنگ و تعمیرات اور بعدازاں وزیر ریلوے بنائے گئے۔

1988ء میں وہ پیپلز پارٹی میں شامل ہوئے اور اسی برس ہونے والے عام انتخابات میں انہوں نے پاکستان پیپلز پارٹی کی ٹکٹ پر الیکشن میں حصہ لیا اور اپنے مدمقابل نواز شریف کو شکست دی جو قومی اسمبلی کی چار نشستوں پر امیدوار تھے۔ ان انتخابات میں کامیابی کے بعد یوسف رضا گیلانی ایک مرتبہ پھر وفاقی کابینہ کا رکن بنے اور اس مرتبہ انہیں بے نظیر بھٹو کابینہ میں سیاحت اور ہاؤسنگ و تعمیرات کی وزارت ملی۔ یوسف رضا گیلانی 90ء کے انتخابات میں تیسری مرتبہ رکن اسمبلی بنے اور 1993ء میں صدر غلام اسحاق خان کی طرف سے اسمبلی کی تحلیل کے بعد نگران وزیراعظم بلخ شیر مزاری کی نگران کابینہ میں انہیں بلدیات کا قلم دان سونپا گیا۔

1993ء کے انتخابات میں وہ چوتھی مرتبہ رکن اسمبلی منتخب ہوئے اور بے نظیر کے دور حکومت میں قومی اسمبلی کے سپیکر کے عہدے پر فائز ہوئے۔ انہوں نے اپنی سپیکر شپ کے دوران قائم مقام صدر کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔

یوسف رضا گیلانی 18 فروری 2008ء کے انتخابات میں ملتان سے پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر پانچویں مرتبہ رکن اسمبلی منتخب ہوئے ہیں۔ اگرچہ ابتدا میں یوسف رضا گیلانی کو وزارت عظمیٰ کے لئے مضبوط امیدوار گردانا نہیں جا رہا تھا او پنجاب سے ممکنہ امیدوار کے طور پر احمد مختار کا نام خبروں میں تھا لیکن سیاست میں کچھ بھی حرف آخر نہیں ہوتا۔

سید یوسف رضا گیلانی کا بطور وزیراعظم انتخاب اس لحاظ سے خوش آئند ہے کہ ان کی خاندانی شرافت اور اصول پسندی کے معترف ان کے دوست ہی نہیں، دشمن بھی ہیں۔ اپنے انتخاب کے فوراً بعد حلف اٹھانے سے پہلے جس جرأت سے انہوں نے ججز کی رہائی کا حکم جاری کیا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان مسائل اور ایشوز کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں، جن کا سامنا انہیں اب کرنا ہے۔ تاہم اگر پاکستان کی 61 سالہ تاریخ کا جائزہ لیں تو پہلے بھی کئی طاقتور اسمبلیاں وجود میں آتی رہیں لیکن وہ پاکستانی عوام کو مسائل کے گرداب سے نہ نکال سکیں۔ اس کے اسباب وعلل کچھ بھی بیان کیے جاتے رہے ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمارے تمام مسائل کا حل اس منزل کی طرف پیش رفت کرنے میں ہے، جس کے لیے پاکستان حاصل کیا گیا تھا۔ موجودہ وزیراعظم جن کا خاندانی پس منظر دینی ومذہبی ہے، ان سے امید کی جاسکتی ہے کہ وہ پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کی طرف توجہ دیں گے۔ کیونکہ مہنگائی ہو یا فرقہ واریت، لسانی گروہ بندیاں ہوں یا صوبائی تعصب، داخلی استحکام ہو یا خارجہ پالیسی، ان تمام مسائل کا حل صرف اور صرف اسلام کے عادلانہ نظام ہی میں مضمر ہے۔

بقیہ: اداریہ

دہائی کرائے گا۔ لہٰذا ہم نئی کولیشن حکومت پر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ قوم کو مشرف کی ذات سے دشمنی نہیں ہے۔ یہی مشرف جب آگرہ میں بھارت کو کورا جواب دے کر آئے تھے، تو قوم کے ہیرو بن گئے تھے، لیکن نائن الیون کے بعد جب امریکہ کی اسلام دشمن پالیسی کو اپنا کر اس کے اتحادی بن گئے تو عوام میں نفرت کی علامت بن گئے۔ لہٰذا نئی حکومت کو خارجی سطح پر اسلام دوست پالیسی اپنانی ہوگی چاہے امریکہ کتنا ہی ناراض کیوں نہ ہو جائے۔ امریکہ کی اسلام دشمنی واضح ہو چکی ہے۔ کوئی احمق بھی نئی حکومت کو یہ مشورہ نہیں دے گا کہ وہ امریکہ سے کھلم کھلا تصادم مول لے لیکن نئی حکومت کو یہ بھی جان لینا چاہیے کہ افغانستان اور عراق میں فوجی مداخلت کا جو تلخ تجربہ امریکہ کو ہوا ہے، اب امریکہ کسی تیسرے ملک میں فوجی مداخلت کی حماقت نہیں کرے گا۔ پھر یہ کہ غیر مستحکم یا خدانخواستہ تباہ شدہ پاکستان افغانستان میں امریکہ کے لئے انتہائی خطرناک بلکہ تباہ کن ثابت ہوگا۔ لہٰذا نئی حکومت امریکی مطالبات رد کرنے کے حوالہ سے مشرف سے بہتر پوزیشن میں ہوگی۔ پھر یہ کہ اُس کی پشت پر متحدہ عوامی قوت ہوگی اور تاریخ گواہ ہے کہ کوئی قوم کسی مسئلہ پر متحد ہو جائے تو خارجی قوت اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ قوم کو مشرف کی ذات سے نہیں اسلام دشمن امریکہ اور اُس کے ایجنٹوں سے دشمنی ہے۔ ہم نئی حکومت کو شطرنج کا کھیل کھیلنے سے روک تو نہیں سکتے کہ یہ سرمایہ دارانہ نظام میں جمہوری طرز حکومت کا خاصہ ہے لیکن یہ نصیحت ضرور کریں گے کہ اُنہیں صرف پاکستان اور مسلمانوں کے مفادات کو مدِ نظر رکھ کر فیصلے کرنے ہوں گے۔ علاوہ ازیں نئی حکومت کو یہ بات بھی پلے باندھنی ہوگی کہ گزشتہ صدی کے حالات وواقعات نے ثابت کیا ہے کہ امریکہ کی دوستی اُس کی دشمنی سے بدتر ہے۔

ایران میں اسلام اور مغربیت کی کشمکش

سید قاسم محمود

ترکی میں مصطفیٰ کمال پاشا کی مغرب زدہ جدیدیت کا احوال رقم کرنے کے بعد اب قلم ایران کی طرف رواں ہوتا ہے۔ وہاں جو مغربیت نے حال کھیلا، وہ دوسرے اسلامی ملکوں سے بالکل مختلف ہے۔ ایران کی جدید تاریخ کا ورق کھولنے سے پہلے، تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر ہمیں ہندوستان کی مغلیہ سلطنت کے زمانہ عروج کی معاصر ایرانی سلطنت ''صفوی'' میں جھانکنا ہوگا۔

تاریخی پس منظر

صفوی خاندان کے بانی شاہ اسماعیل (1487۔ 1524ء) کا یہ کارنامہ ناقابلِ فراموش ہے کہ اُس نے پھر ایران کو متحد کر دیا۔ مشرق میں ازبکوں اور مغرب میں عثمانیوں کا زور توڑا۔ قوم کی اخلاقی وحدت جو بکثرت رائے، شیعیت سے وابستہ تھی پر مہر توثیق ثبت کرنے کے لیے شیعیت کو مملکت کا سرکاری مذہب قرار دیا۔

شاہ اسماعیل کو پرتگیزیوں کے ہاتھوں شکست کھانی پڑی، جن کے لیڈر الفانسو البوقرق نے جزیرہ ہرمز اور آس پاس کے ساحلی علاقوں پر قبضہ جمالیا تھا۔ سلطنتِ روما کے زوال کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ کسی مغربی طاقت نے ایران سے چھیڑ خانی کی تھی۔ یہ مغربیت کی پہلی لہر تھی۔ گویا جدیدیت کی ہوا اِدھر بھی آنے لگی تھی۔ جس سے اندیشہ تھا کہ وہ تحریک جس نے ایران کو مشرق کی طرف بڑھایا تھا، اب ختم ہو جائے گی اور اب ایک نئی تحریک جنم لے گی جس کی کشش کے تحت ایران مغرب کی طرف کھنچتا چلا جائے گا۔

اسماعیل کے پوتے عباس اول صفوی (1587۔ 1629ء) نے ایران کو ایک بار پھر ایک عظیم خوشحال اور طاقتور قوم بنا دیا۔ وہ ہندوستان کے بادشاہ اکبر اور انگلستان کی ملکہ الزبتھ اول کا ہم عصر تھا۔ اُس نے 1597ء میں ازبکوں کو ہرات کے مقام پر شکستِ فاش دی۔ اس کے بعد گیلان، مازندران اور افغانستان پر یکے بعد دیگرے قبضہ کیا۔ 1605ء میں ترکوں کو بصرہ کے مقام پر شکست دی اور ایران کے سابقہ علاقے واپس حاصل کیے۔ 1622ء میں ہرمز کا علاقہ پرتگیزیوں سے واپس حاصل کیا۔ 1623ء میں ایک سال کے محاصرے کے بعد بغداد پر قبضہ کیا۔

اصفہان کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ وہاں کی آبادی چھ لاکھ تک پہنچ گئی۔ اُس زمانے میں کہا جاتا تھا کہ دُنیا کی آدھی آبادی اصفہان میں ہے۔ عباس اعظم کے عہد میں علوم و فنون کو غیر معمولی ترقی ہوئی۔

عباس اعظم نے (شہنشاہ جہانگیر کی طرح) ولندیزیوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی اور انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی دونوں کو ایران میں تجارتی کوٹھیاں (مراکز) قائم کرنے کی اجازت دے دی۔ یہ بھی درست ہے کہ انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہرمز کا جزیرہ پرتگیزیوں سے واپس لینے میں عباس اول کی بڑی مدد کی، بلکہ اُن کا تعاقب کرنے میں بھی پوری پوری کمک پہنچائی۔

نپولین ایران کو ''مغرب کی فصیل'' قرار دیتا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ یہ ایک ایسا قدرتی اور عجیب ملک ہے کہ جب چاہے مغرب کو مشرق کے خلاف اور مشرق کو مغرب کے خلاف کر سکتا ہے

ایرانی نپولین کا زمانہ

1629 تا 1736ء۔ یہ صدی بھی ایران کے خلاف گئی۔ عثمانیوں سے شکست کھانی پڑی۔ رُوس بھی بڑھ چڑھ کر حملے کرتا رہا۔ 1724ء کے معاہدے کی رُو سے ترکی اور رُوس نے مل کر ایران کے شمالی صوبوں کو آپس میں بانٹ لیا۔ افغان اشرف نے پورے مشرقی ایران پر قبضہ جمالیا۔ اصفہان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ ایران کے حصے بخرے ہو گئے۔ ایسا لگتا تھا کہ اب دوبارہ یہ ملک کبھی نہ اُٹھ سکے گا۔

لیکن نادر شاہ کے زمانے میں، جسے تاریخ میں ''ایرانی نپولین'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، ایران کو ایک بار پھر اُبھرنے اور بڑھنے چڑھنے کی توفیق ہوئی۔ وہی صفویوں والی شان و شوکت اور عظمت و جلالت دوبارہ لوٹ آئی۔ شمال میں مشہد اور ہرات کے مقامات پر باغیوں کی سرکوبی کی۔ افغان اشرف کو بُری طرح شکست دے کر اس سے اپنا اصفہان 1729ء میں واپس حاصل کیا۔ ترکوں کا اُن کی سرحدوں کے اندر تک تعاقب کیا۔ پھر روسیوں کی طرف رجوع کیا تو انہوں نے آمنا سامنا کرنے کی بھی جرأت نہ کی اور بھاگ کھڑے ہوئے۔

نادر شاہ نے اب مشرق کا رُخ کیا۔ افغانوں کو شکست دی۔ کابل و غزنی کو فتح کرتا ہوا ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ کرنال کے میدان میں محمد شاہ کی فوجوں کو شکست دی اور مارچ 1739ء میں دہلی میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوا۔ مورخ لکھتے ہیں کہ اِس شہر میں 348 سال کی کمائی، دولت، عزت، تہذیب، تمدن آناً فاناً ختم ہوئے۔ تقریباً دو ماہ دہلی میں قیام کرنے کے بعد واپس ایران لوٹ آیا اور اپنے ساتھ بیش بہا دولت، کوہ نور ہیرا اور شاہجہاں بادشاہ کا تختِ طاؤس بھی اٹھا لایا۔ ہندوستان سے واپسی پر خیوا اور بخارا فتح کیے اور کردوں کی بغاوت کو فرو کرنے جا رہا تھا کہ افشار قبیلے کے آدمیوں کے ہاتھوں اپنے خیمے میں قتل ہوا۔

نادر شاہ کے بہت سے قصے مشہور ہیں، لیکن ہمیں ایک قصہ بہت پسند آیا۔ ہندوستان میں دورانِ جنگ اُس نے سفید داڑھی والے ایک بہادر اور شجاع شخص کو دیکھا۔ اس کی پھرتی اور شجاعت سے متاثر ہو کر اُسے اپنے پاس طلب کیا اور پوچھا: ''تیرہ سال پہلے تم کہاں تھے؟ فتح اصفہان کے موقع پر تم سے ملاقات ہو جاتی تو اچھا تھا۔'' بوڑھے نے جواب دیا: ''حضور! اس روز تو اصفہان ہی میں تھا۔ آپ جانے کہاں تھے۔''

نادر شاہ کو نپولین سے اس لیے تشبیہ دی جاتی ہے کہ اُس کی فتوحات بے شمار ہیں۔ اس کے فاتحانہ انداز میں نپولین کی سی سطوت تھی، لیکن ایک فرق بھی تھا۔ نپولین نے تو بالآخر متحدہ محاذ سے شکست کھالی تھی۔ نادر شاہ نے کبھی شکست نہیں کھائی۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ نپولین انتہائی اچھا منتظم تھا، جبکہ نادر شاہ میں نظم و نسق کی قابلیت نہ تھی، اور ظلم و ستم کا چسکا ایسا پڑ گیا تھا کہ اپنے بیٹے کی بھی آنکھیں نکلوا دیں۔

1747ء میں نادر شاہ کو قتل کر دیا گیا اور اصل طاقت شیراز کے کریم خان زند کے ہاتھ آ گئی۔ اُس نے ایران کو ایک متحد مملکت بنا دیا۔ اُس کے بیٹے نااہل ثابت ہوئے اور استرآباد کا قاچار خاندان 1925ء تک ایران پر حکومت کرتا رہا۔

قاچاریوں کے عہد میں ایران کا انتشار طوائف الملوکی کی حد تک پہنچ گیا۔ ایک ایسی انارکی تھی کہ مغربی طاقتوں کی روز افزوں، نئی نئی صنعتوں کی ترقی میں وہ اور بھی زیادہ افسوس ناک اور شرمناک محسوس ہوتی ہے۔ مغرب کے بڑھتے ہوئے معاشی اقتدار کے نتیجے میں نو آبادیات کا سلسلہ دراز ہوگیا۔ مغربی طاقتیں معاشی، سیاسی اور عسکری اعتبار سے کرۂ ارض کے چہار اطراف میں جارحانہ پھیلتی چلی جا رہی تھیں اور ایران اور آس پاس کے مسلم ممالک اُسی حساب سے سکڑتے جا رہے تھے۔ انگلستان اور فرانس کی باہمی کشمکش نے ایران کو اُلجھا کر رکھ دیا۔ نپولین ہندوستان پر حملہ کرنے کے لیے ایران سے دوستی چاہتا تھا، جبکہ یہ انگریزوں کے مفاد کے خلاف تھا۔ 1814ء میں انگلستان نے ایران کے ساتھ عہد نامہ طے کر لیا۔ ادھر رُوس کے ساتھ ایران کی جنگ شروع ہو چکی تھی۔ 1814ء میں صلح نامۂ انگلستان اور 1828ء میں صلح نامۂ ترکمان چائی کی رُو سے ایران کو دریائے ارس کے شمال میں پورے علاقوں سے ہاتھ دھونا پڑے۔ 1856ء میں ایران نے ہرات پر قبضہ کر لیا تو برطانیہ نے ایران کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ 1857ء میں ہندوستان میں انگریز آخری مُغل بادشاہ کو شکست دے رہے تھے، ادھر صلح نامۂ پیرس کی رُو سے ایران کو ہرات چھوڑنا پڑا۔ رفتہ رفتہ رُوسی اثر اتنا بڑھ گیا کہ ایران کے بہت سے علاقے رُوس کے قبضے میں چلے گئے۔ 1827ء میں صوبہ سیستان، افغانستان اور ایران کے مابین تقسیم ہوا۔

قاچار حکمران فتح علی شاہ (1797ء-1834ء) نے جارجیا (رُوس) پر دوبارہ قبضہ جمانے کی سخت کوشش کی۔ وہ نپولین کا انتہائی مداح تھا۔ 1807ء میں نپولین نے جنرل گاماٹ دی گروِنے کی سربراہی میں سیاسی و فوجی وفد تہران بھیجا تو اُس کا شایانِ شان استقبال کیا گیا۔ اس مشن نے ایران کے خشکی کے راستوں کا اچھی طرح معائنہ کیا، تاکہ ہندوستان کی جانب ایک طاقتور فوجی مہم روانہ کی جاسکے۔

1739ء میں جب نادر شاہ نے دہلی کو فتح کیا تو اُس وقت نپولین مصر میں بیٹھا اُس کی فتوحات کا بہ نظر غائر جائزہ لے رہا تھا۔ آج اُس کا ہندوستان فتح کرنے کا ارادہ محض ایک خواب معلوم ہوتا ہے، لیکن فتح علی شاہ اور اُس کے بیٹے عباس مرزا کی باہمی خط و کتابت، جو انہوں نے نپولین، جنرل گاماٹ دی گروِنے اور فرانس کے وزیر خارجہ سے کی، اور جو تاریخی ریکارڈ میں محفوظ ہیں، اُس کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ نپولین ایران کو ''مغرب کی فصیل'' قرار دیتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ ایک ایسا قدرتی اور عجیب ملک ہے کہ جب چاہے مغرب کو مشرق کے خلاف اور مشرق کو مغرب کے خلاف کر سکتا ہے۔ چنانچہ جنگی اہمیت کے اس علاقے کو جارحیت کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے اور مدافعت کے لیے بھی۔ سب سے پہلے یہ ضروری تھا کہ رُوسیوں کو جنگ سے باز رکھا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ نپولین ہندوستان کی طرف پیش قدمی کر رہا ہو تو رُوس اوپر سے لشکر کشی کر دے۔ دوسرے یہ بھی ضروری تھا کہ خود اُس کا مددگار ملک یعنی ایران فوجی لحاظ سے طاقتور اور خود اعتماد ہو اور اس کے پاس مضبوط توپ خانہ اور کم از کم بیس ہزار جدید گنیں ہوں۔

یہ بھی ضروری تھا کہ ایران کی ایک لاکھ چالیس ہزار سپاہیوں پر مشتمل مضبوط فوج کو انتہائی سنجیدگی سے جدید عسکری خطوط پر تربیت دی جائے، تاکہ وہ نپولین کے لشکر کے ہراول دستے کے طور پر بھی اور بھیجن و بیمار کے طور پر بھی کام آ سکیں۔ جنرل گردانے نے 26 جنوری 1808ء کو لکھا: ''آج تہران کے ہر شخص کے ہونٹوں پر یہ بات ہے کہ نپولین ایران کے راستے ہندوستان پر حملہ کرنے والا ہے۔''

تہران، اصفہان اور شیراز کے فرانسیسی سفارت خانوں نے اندازہ لگا کر رپورٹ پیش کی کہ ''ہندوستان کی مہم کامیاب ہونے میں پانچ سات ماہ لگ جائیں گے۔ اس کا کا انحصار اس بات پر ہے کہ نپولین کی ''گرینڈ آرمی'' بذریعہ سڑک (حلب، بغداد، بصرہ، شیراز، یزد) آتی ہے یا ایک حصہ ارزروم، ہمدان، یزد اور ہرات کے راستے پیش قدمی کرے گا اور دوسرا حصہ طورس، تہران، خراسان اور ہرات کے راستے ہندوستان پر چڑھائی کرے گا۔''

جنرل موصوف مزید لکھتا ہے: ''ہر دو سپاہیوں کے لیے ایک باربردار جانور درکار ہوگا۔ بندوقیں، کارتوس اور چھرے، اور بارود کا دوسرا چھوٹا اسلحہ مقامی طور پر ساتھ کے ساتھ بنا لیا جائے گا۔ ایران میں شورہ اعلیٰ درجے کا مل جاتا ہے۔ پنجاب کے سکھ جو انگریزوں سے جنگ کر رہے ہیں، وہ ہماری مدد کے لیے پچاس ہزار سپاہ کا بندوبست کریں گے۔''

لیکن فتح علی شاہ نپولین کے اتحاد سے کوئی بھی فائدہ حاصل نہ کر سکا۔ رُوس کے لشکر نے شمال سے ایران پر ہلہ بول دیا۔

جنرل گردانے نے نپولین کو ایک مکتوب دوڑایا: ''خلیج فارس میں انگریزوں کا ایک وفد سر ہر فورڈ جونز کی سربراہی میں آ رہا ہے۔ یہ بڑا گھاگ اور بدمعاش آدمی ہے اور روپے پیسے سے دوسروں کو خریدنا خوب جانتا ہے۔ یہ ایرانیوں کو بھی خرید لے گا۔''

اُس وقت نپولین سپین میں انگریزوں کا تعاقب کر رہا تھا، تاکہ اپنے بھائی جوزف کا تاج و تخت اُن سے واپس حاصل کر سکے۔ اُس کا ایران کے راستے ہندوستان پر حملہ کرنے کا عزم صمم محض ایک ایسا خواب بن کر رہ گیا جو کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ (جاری ہے)

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی گوجرانوالہ کے ملتزم رفیق محمد ادریس کی خوشدامن قضائے الٰہی سے وفات پاگئیں

☆ تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان کے والد وفات پاگئے

☆ تنظیم اسلامی پشاور کے ملتزم رفیق محمد جمشید عبداللہ کے ماموں بقضائے الٰہی وفات پاگئے

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ رفقائے تنظیم اسلامی اور قارئین ندائے خلافت احباب سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

علامہ اقبال، قائداعظم اور نظریہ پاکستان
اور
اس نظریے سے انحراف کے نتائج

ڈاکٹر اسرار احمد
کا انتہائی فکر انگیز خطاب
اشاعت عام: 20 روپے، اشاعت خاص: 40 روپے
شائع کردہ: مکتبہ خدام القرآن لاہور

خلیفہ المہدی کا ظہور اور
حجاز مقدس میں عالمی اسلامی خلافت کا قیام

محمد شبیر راجہ

حدیث شریف میں قرب قیامت کی جو چھوٹی بڑی نشانیاں بیان ہوئی ہے، ان میں سے ایک خلیفہ المہدی کا ظہور ہے۔ مہدی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنھما کی اولاد سے ہوں گے، جیسا کہ امام ابوداؤد اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے۔ خلیفہ المہدی کے بارے میں اس کثرت سے احادیث وارد ہوئی ہیں کہ معنوں کے اعتبار سے وہ حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔ متواتر اس حدیث کو کہتے ہیں جو تسلسل سے روایت کی گئی ہو اور جنھیں ثقہ راویوں نے روایت کیا ہو۔ احادیث کے مطابق آخری زمانہ میں اللہ تعالیٰ امت محمد یہ ﷺ کے لئے اہل بیت میں سے ایک سیدزادہ تیار کرے گا جو مہلک فتنوں اور خون ریز جنگوں میں مسلمانوں کی قیادت کرے گا۔ اُس (خلیفہ المہدی) کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا۔ وہ خلیفہ راشد اور قائد مہدی (ہدایت یافتہ رہنما) ہوگا۔ خلیفہ المہدی اول تا آخر سراپا مجاہد اعظم ہوگا۔ جہاد اس کا اوڑھنا بچھونا ہوگا۔ جہاد کی برکت سے ظلم وستم سے بھرے ہوئے پورے خطے کو عدل وانصاف سے بھردے گا۔ وہ سات آٹھ یا نو برس تک خلافت (حکومت) کرے گا۔ اُسی کے دور خلافت میں حضرت عیسیٰؑ کا نزول دمشق (شام) یا بیت المقدس میں ہوگا۔ خلیفہ المہدی کے دور خلافت (حکومت) میں مسلمان نازونعم سے زندگی بسر کریں گے، جس کا پہلے تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ایک رات ہی میں خلیفہ المہدی کی اصلاح کرے گا، اور اس کی پشت پناہی کرے گا۔

پروفیسر الاستاذ امین محمد جمال الدین (شعبہ دعوت وثقافت، دعوت اسلامی کالج جامع الازہر) اپنی معرکہ آرا کتاب ''عمر امۃ اسلام وقرب ظہور المہدیؑ'' میں مہدی کے حوالے سے تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''میری یہ خواہش ہے کہ سب مسلمان بلکہ اہل کتاب (عیسائی) بھی اس پیغام کو خود بھی سمجھیں اور دوسروں کو بھی سمجھائیں۔ (خلیفہ المہدی کا نمودار ہونا) یہ ایسی حقیقت ہے جو ہو کر رہے گی۔ اور یہ تقدیر کے ان حقائق کا یقینی بیان ہے جو مستقبل قریب میں وقوع پذیر ہوں گے۔ اس (خلیفہ المہدی) کے ذریعے اللہ حق کو حق اور باطل کو باطل ثابت کرے گا۔ ہم (خلیفہ) مہدی کی آمد کے انتظار میں یہ دن گزار رہے ہیں اور اس (مہدی) کے ظہور کے منتظر ہیں جس کا ظہور آرمیگاڈان Armageddon (ہرمجدون) کی مشہور ومعروف اور جلد ہونے والی حتمی (عالمی ایٹمی) جنگ کے بعد ہوگا۔ قرب قیامت سے پہلے یہ مسلمانوں کے خلاف سب سے بڑی اور حد درجہ خوف

> غالباً مہدی کے نمودار ہونے کی جگہ اور ان کی مکہ روانگی کے مقام کو اس لئے مخفی رکھا گیا ہے، تاکہ دشمن مکر کے تیر اُن پر برسا کر اور جام غضب اُن پر انڈیل کر انہیں نقصان نہ پہنچا سکیں

ناک جنگ ہوگی۔ جس کا میدان مشرق وسطیٰ بنے گا۔ مسلم کتاب الفتن میں ایک حدیث روایت کی گئی ہے کہ اتنی خوفناک جنگ کبھی نہیں ہوئی، یہاں تک کہ اگر کوئی پرندہ لاشوں کے اوپر سے گزرنا چاہے گا تو وہ بھی دوسرے کنارے پر پہنچنے سے پہلے گر کر مرجائے گا۔ مگر لاشیں ختم نہ ہوں گی، مسلمانوں کا اتنا خون بہے گا کہ سو میں سے ننانوے (99) لوگ شہید ہوجائیں گے۔ آپؐ نے اس جنگ کا نام ''الملحمۃ الکبریٰ'' فرمایا ہے، جبکہ عیسائی اس جنگ کو آرمیگاڈان کہتے ہیں۔

آرمیگاڈان جنگ کے بعد خلیفہ المہدی کا ظہور کس سمت سے ہوگا؟ اس بارے میں حدیث کی روشنی میں پانچ آراء بیان کی گئی ہیں۔ مہدی کے نمودار ہونے کی سمت کا تعین کرتے وقت حجاز مقدس کی حدود کو مرکز تصور کیا جائے۔

حافظ ابن کثیر اپنی کتاب الفتن والملاحم میں روایت کرتے ہیں کہ خانہ کعبہ کے نزدیک خلیفہ المہدی کی بیعت سے پہلے ان کے نمودار ہونے کا مقام مشرق (خراسان) ہوگا۔

امام قرطبی اپنی کتاب ''تذکرۂ قرطبی'' میں روایت کرتے ہیں کہ خلیفہ المہدی کا ظہور مغرب سے ہو گا۔ (مدینہ کے مغرب میں بحیرۂ احمر کے دوسری جانب قاہرہ مصر) واقع ہے۔

تیسری رائے نورالابصار کے صفحہ نمبر 194 پر شیخ السید محمد مومن شبلنجی کی ہے۔ وہ روایت کرتے ہیں وہ (خلیفہ المہدی) جس کا انتظار کیا جا رہا ہے، وہ محمد بن عبداللہ ہیں، جو آخری زمانہ میں مدینہ منورہ سے نمودار ہوں گے۔ کیونکہ وہ اہل مدینہ میں سے ہوں گے۔ جیسا کہ ان کے بارے میں اور ان کی نشانیاں کے بارے میں حضور پاک ﷺ نے پیشنگوئی فرمائی ہے۔ جیسا کہ امام احمد بن حنبل کی مسند احمد اور امام ابوداؤد کی کتاب میں حدیث روایت کی گئی ہے۔

چوتھی روایت امام بخاری کے استاد نعیم بن حماد کی کتاب الفتن میں ہے۔ (حدیث نمبر 1235 صفحہ نمبر 409 مکتبہ التوحید القاہرہ) حضرت ارطاۃ نے فرمایا: جس یمنی خلیفہ کے ہاتھ پر قسطنطنیہ (باب یورپ) فتح ہو گا، اسی کے ہاتھوں روم (اٹلی یورپ) فتح ہوگا۔ اسی کے زمانے میں دجال ظاہر ہوگا۔ اسی کے زمانے میں عیسیٰؑ کا نزول ہوگا۔ وہ ہاشمی شخص ہوگا اور اسی کے ہاتھوں ہند فتح ہوگا۔ ''یمن حجاز مقدس کے جنوب میں واقع ہے۔'' حافظ ابن عبداللہ کے پنجابی قصیدہ احوال آلاخرت میں کے اشعار میں یمن کی کرعہ نام بستی سے مہدی کے نمودار ہونے کا ذکر موجود ہے۔ شاید نعیم بن حماد کی مذکورہ حدیث کو قصیدہ کے ان شعروں کی زینت بنایا گیا ہے۔

نعیم بن حماد کی کتاب الفتن (حدیث نمبر 1030) صفحہ نمبر 356 پر یہ روایت ہے موجود ہے کہ حضرت علیؓ ابن ابی طالب نے فرمایا: وہ خلیفہ المہدی گندمی رنگ کا ایک قریشی نوجوان ہوگا، جو مضبوط اور طاقتور مرد ہوگا۔ طاؤس سے روایت ہے کہ مہدی کی علامت یہ ہے کہ وہ حاکموں پر سخت ہوگا، مال و دولت خرچ کرنے والا (سخی) ہوگا، اور مساکین پر بہت رحم کرنے والا ہوگا۔ کتاب الفتن کی حدیث نمبر 821 صفحہ نمبر 272 پر ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ مقام بیداء (ذوالحلیفہ) پر ایک لشکر

کا (زلزلہ سے) زمین میں دھنسنا خلیفہ المہدی کے ظہور کی علامت ہے۔ (مقام بیداء مدینہ سے باہر مکہ کی راہ پر ایک میدان کا نام ہے۔

پانچویں رائے ائمہ اہل تشیع (شیعہ حضرات) کی ہے۔ امام ابو جعفر نے فرمایا: خراسان سے کوفہ میں سیاہ جھنڈے اتریں گے۔ جب مہدی کا ظہور ہوگا تو اس کی بیعت لینے کا پیغام بھیجا جائے گا۔ امیر المومنین حضرت علیؓ نے فرمایا: مہدی کے ظہور کی دس نشانیاں ہیں۔ کوفہ کے گلی کوچوں میں جھنڈوں کا لہرانا، مساجد کا معطل (بند) ہونا، خراسان میں زمین کا دھنسنا، شہاب ثاقب (پتھروں کا آسمان سے گرنا)، دم دار ستارے کا ظاہر ہونا، ستاروں کا اقتران اور ملنا، ہرج اور مرج، قتل و لوٹ مار، اور غارت گری، ان نشانیوں میں سے ایک سے دوسری تک عجیب وغریب واقعات کا رونما ہونا۔ یہ نشانیاں جب ظاہر ہو جائیں گی تو ہمارا قائم (المہدی کوفہ میں) قیام کرے گا۔

پہلی چار آراء کے بارے میں اہل سنت والجماعت کے جمہور علماء کا اتفاق ہے، جب کہ اہل تشیع کا مہدی کے بارے میں اپنا نقطہ نظر ہے۔ وہ امام حسن عسکری کے بیٹے محمد کو امام غائب منتظر قرار دیتے ہیں۔ جو ان کے مطابق پانچ سال کی عمر میں سامرہ (عراق) 260 ہجری سے امام غائب ہیں۔ کوفہ (عراق) حجاز مقدس کے شمال میں واقع ہے۔

پروفیسر امین محمد جمال الدین اہل سنت والجماعت کے عقیدہ ظہور مہدی کے بارے میں رائے دیتے ہیں کہ جس طرح مہدی کی صفات اور نشانیوں کے بارے میں واضح احادیث وارد ہوئی ہیں، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی واضح حدیث ان کے نمودار ہونے کی جگہ کا تعین کر دیتی، مگر اللہ تعالیٰ کی ایک خاص حکمت کے تحت یہی بہتر تھا کہ ان کے نمودار ہونے کی جگہ اور ان کی مکہ روانگی کے مقام کو خفیہ (مخفی) رکھا جائے، تاکہ قیام گاہ دشمنوں سے محفوظ رہے۔ خواہ یہ قیام گاہ مشرق میں ہو یا مغرب میں یا جنوب میں یا حجاز مقدس میں ہو، ان کی روانگی کے مقام کو اس لئے مخفی رکھا گیا ہے، تاکہ دشمن مکر کے تیر ان پر برسا کر اور جام غضب اُن پر انڈیل کر انہیں نقصان نہ پہنچا سکیں۔ غالباً یہی وہ حکمت ہے جس کے تحت خلیفہ المہدی کی روانگی کے مقام کو ہم سے مخفی رکھا گیا ہے۔

خلیفہ المہدی کے نمودار ہونے کی یقینی علامت یہ ہے کہ کعبہ شریف کے قریب ان کے ہاتھ پر (مشرکین کے خلاف) جہاد کے لئے بیعت ہوگی۔ رکن یمانی اور مقام ابراہیم کے درمیان مسلمان ان کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت کریں گے۔ اور ان کے پاس نہ کوئی قوت ہوگی، نہ کوئی تعداد، نہ کوئی ساز و سامان۔ خلیفہ المہدی خانہ کعبہ میں پناہ لیں گے۔ مشرک اقوام مسلمانوں کا ایک لشکر ان سے لڑنے کے لئے بھیجیں گی، تاکہ ان کا خاتمہ کر دیا جائے، یہاں تک کہ مدینے سے تھوڑی دور مقام بیداء (ذوالحلیفہ) پر وہ لشکر زمین میں دھنس جائے گا۔ زلزلہ کی وجہ سے زمین پھٹ کر حضرت مہدی کے خلاف لشکر کو نگل جائے گی۔ ایک دو آدمی بچیں گے۔ وہ لوگوں کو زمین دھنسنے کے واقعہ کی خبریں دیں گے۔ اس وقت سب کو معلوم ہو جائے گا کہ بیت اللہ کا یہ پناہ گزین ہی خلیفہ المہدی ہے۔ خلیفہ المہدی ایسی شخصیت ہوگی جس کے احترام اور دفاع کی خاطر اللہ تعالیٰ ان کی دشمن فوج کو زمین میں دھنسا دے گا۔ یہ واقعہ دیکھ کر لوگ گروہوں اور جماعتوں کی شکل میں ان کی بیعت کریں گے۔ شام کے ابدال (صالحین) اور عراق کے اولیاء اور نیک لوگوں کی جماعتیں ان کے پاس آ کر ان کے ہاتھ پر خلافت اور جہاد کی بیعت کریں گی۔ سب مسلمانوں پر ان کی بیعت واجب ہوگی۔ پس ظہور مہدی کی یقینی علامت یہ ہے کہ جو فوج ان کے خلاف لڑنے کے لئے بھیجی جائے گی وہ زلزلہ کی وجہ سے زمین میں دھنس جائے گی۔

میرے ہاتھ میں قلم ہے میرے ذہن میں اجالا
مجھے کیا ڈرا سکے گا یہ ظلمتوں کا پالا
مجھے فکرِ امنِ عالم، تجھے اپنے آپ کا غم
میں طلوع ہو رہا ہوں تو غروب ہونے والا

نعت رسول مقبول ﷺ

(حفیظ تائب)

مزاج زندگی ہے سخت برہم سیدِؐ عالم
دگرگوں ہیں بہت احوالِ عالم سیدِؐ عالم
نرالے درد و غم سے ہے دو چار اس عہد کا انساں
نہیں چارہ کوئی جن کا فراہم سیدِؐ عالم
اسیرِ حادثاتِ نو ہوئی ہے امتِ آخر
کہ اس پر یورشِ اعدا ہے پیہم سیدِؐ عالم
عنایت کا ہے جویا ہر دلِ افسردہ و محزوں
طلب گار کرم ہر چشم پرنم سیدِؐ عالم
مداوا سب دکھوں کا ہے دعا تیری شہِ والا
نظر تیری ہے سب زخموں کا مرہم سیدِؐ عالم
تری عظمت زمانے میں مسلّم سیدِؐ عالم
مؤخر ہو کے بھی تو ہے مقدم سیدِؐ عالم
دیارِ علم، گلزارِ ہدایت، چشمۂ رحمت
جمالِ سربسر، خیر مجسم، سیدِؐ عالم
تری تعلیم نے انساں پہ کھولے راز ہستی کے
تری ممنون ہے اولادِ آدم سیدِؐ عالم
کہاں فکرِ زبوں میرا، کہاں اوج و شرف تیرا
اڑا عرشِ بریں پر تیرا پرچم سیدِؐ عالم
چمن زار تمنا جس سے رہتا ہے تر و تازہ،
وہ ہے تیری حسیں یادوں کی شبنم سیدِؐ عالم

رب العزت کا احسان، قرارداد پاکستان

پروفیسر محمد مظفر مرزا

پاکستان عزم عالیشان کی باسعادت و متبرک تخلیق بڑے بڑے طوفانوں، بڑے بڑے سنگین مرحلوں اور بے پناہ عذابوں کے بعد ہوئی۔ اگر آپ مولانا ابوالکلام آزاد کی کتاب India Wins Freedom، کیمبل جانس کی ڈائری Mission with Mount Batton، عبدالوحید خان کی کتاب ''مسلمانوں کی ایثار اور آزادی کی جنگ'' سید حسن ریاض کی کتاب ''پاکستان ناگزیر تھا'' آئی ایچ قریشی کی کتاب Struggle For Pakistan کا مطالعہ کریں، آپ محسوس فرمائیں گے کہ تخلیق پاکستان، نہ تو شاہی خاندان کے کسی پروگرام میں شامل تھا، نہ ہی وزیراعظم برطانیہ اور ان کی کابینہ کے پروگرام میں شامل تھا اور نہ ہی برطانوی قوم یہ چاہتی تھی کہ برصغیر کو تقسیم کردیا جائے...... اب آیئے برصغیر کے احوال کی جانب، برصغیر کا کوئی بھی وائسرائے یہ نہیں چاہتا تھا کہ برصغیر کو تقسیم کیا جائے۔ یہ بات ان کے خواب وخیال میں بھی نہیں تھی۔ مسٹر گاندھی، مسٹر نہرو، مسٹر پٹیل، مسٹر راجگو پال اچاریہ اور ان کے دیگر حواری برصغیر کی تقسیم کو ''گئو ماتا'' کی تقسیم تصور کرتے تھے۔ ملاحظہ فرمایئے کہ پوری آل انڈیا نیشنل کانگریس مخالف تھی، طرہ یہ کہ ایک مخصوص طبقہ اپنوں کا جو منبر ومحراب کے علمبرداران دین وسیاست تھے وہ بھی مخالف تھے کہ برصغیر کو تقسیم نہ کیا جائے۔

اس انتہائی مختصر پس منظر کے بعد آپ کا ذہن اور خیال اس جانب منعطف ہوگا کہ پھر کیا وجہ تھی کہ قیام پاکستان کا مرحلہ طے ہوا، اور پاکستان عزیز از جان دنیائے انسانیت کے نقشے پر چاند اور سورج کی طرح واضح، روشن اور پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ فگن ہوا...... حقیر فقیر راقم الحروف ان احوال وواقعات کی روشنی میں بذات خود اپنے آپ پر گم ہوجاتا ہے۔ یہ درست ہے کہ تاریخ کے دھارے بنتے، سنورتے اور نکھرتے رہتے ہیں لیکن ایک ہستی جس نے اس پوری کائنات کو تخلیق کیا، رب ذوالجلال والاکرام ہے جو مالک ارض وسموات ہے، جو مالک کن فیکون ہے، اسلامیان ہند کی حالت زار، غلیظ نوعیت کی غلامی، بدحالی، کسمپری، تنگ دستی، پر اللہ رب العزت کو رحم آ گیا اور حضور پاک محمد ﷺ کی درخواست کو منظور فرماتے ہوئے پاکستان کی تخلیق کے مراحل کو آسان بنانا منظور و مقبول فرمالیا۔

تحریک پاکستان حضرت قائداعظمؒ اور حضرت علامہ اقبالؒ کا ایک ادنیٰ ترین طالب ہونے کے ناطے میں سمجھتا ہوں کہ مشیت ایزدی نے ایک مرد مومن، مرد قلندر، صاحب ایمان ویقین کو پوری علمیت وحقانیت سے تیار فرمایا، اور انہیں محمد علی جناحؒ کا نام دے دیا گیا، جن کو بعد ازاں ملت اسلامیہ ہند نے اپنا قائداعظم منتخب کرلیا۔ ایک اور ہستی جو صاحب وجدان وترجمان قرآن حقیقت تھی، جنہیں شاعر اسلام ہونے کا شرف عطا کیا گیا، رب العزت نے انہیں اسلامیان ہند کے غلامان بے بس ولاچار کے لئے تیار کیا اور انہوں نے غلامی کی بے اندازہ اور انتھاہ گہرائیوں کا شعور وادراک رکھتے ہوئے اپنے شعری کلام سے غلام مسلمان کے رگ وریشے میں بجلیاں بھردیں، ان کے خون کے ذرے ذرے میں آگ لگادی، اور پھر فرمایا:

از غلامی دل بمیرد در بدن!
از غلامی روح گردد بار تن!

(غلامی سے دل، بدن کے اندر مرجاتا ہے، اور پھر روح بدن یا جسم کے لئے بوجھ بن جاتی ہے)

برصغیر پر چونکہ مسلمانوں نے بارہ سو سال تک حکومت کی تھی، کبھی تھوڑے حصے پر، کبھی چند حصوں پر، کبھی برما، آسام سے کابل تک، اور پھر 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد مکمل طور پر انگریزوں اور ہندوؤں کی باجگواری میں آ گئے۔ یہ فلسفہ الوہیت ووحدانیت ہے، مسلمان غلامی کے لئے کائنات میں پیدا ہی نہیں ہوا، مسلمان حکمرانی کے لئے پیدا کیا گیا ہے، جس طرح علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں......

جہانگیری بخاک ما سرشتند
امامت در جبین ما نوشتند

(حکومت تو ہمارے رگ وریشے یا سرشت میں شامل ہے اور امامت تو ہماری جبینوں پر تحریر کردی گئی ہے)

درج بالا شعر کو عملی شکل پر موجزن کرنے کے لئے تخلیق پاکستان کے حوالے سے ایک مستحکم اور غیر متزلزل فیصلہ کرنے کے لئے 23 مارچ 1940ء کو منٹو پارک میں اجلاس ہوا، جو آج مینار پاکستان کہلاتا ہے، جسے میں مینار قائداعظمؒ اور پھر مینار عالم اسلام سمجھتا ہوں اور یہ میرے ایمان کا حصہ ہے...... چنانچہ یہ فیصلۂ ربانی تھا کہ 23 مارچ 1940ء کو برصغیر کے کونے کونے سے اسلامیان ہند امڈ پڑے، تقریباً 2 لاکھ کا مجمع بادشاہی مسجد کے عقب میں، حضرت علامہ اقبالؒ کے مزار کے قریب جلوہ گر ہوا۔ صدارت حضرت قائداعظمؒ، رہبر فرزانہ، علامہ اقبالؒ کے خضرراہ نے فرمائی۔ تمام صوبوں کی نمائندگی کے لئے قائدین تشریف لائے، جس جاہ وجلال، جس تمکنت، جس شان وشوکت کے ساتھ قائداعظمؒ جلسے میں جلوہ افروز ہوئے وہ لمحے قیامت تک کے لئے محفوظ کرلئے گئے ہیں...... اللہ اکبر کے نعروں سے فضائیں جھوم جھوم گئیں۔ وقت کی نبضوں میں ارتعاش پیدا ہوگیا، ''پاکستان کا مطلب کیا: لاالہ الا اللہ'' ''لے کے رہیں گے پاکستان'' کے نعروں سے برطانوی حکومتی حصار میں دراڑیں پڑ گئیں۔ دھوتی پرشادوں اور چٹیا علمبرداروں، بلکہ سارے لالہ زار ہند میں زلزلہ برپا ہوگیا......

آل انڈیا مسلم لیگ کے ستائیسویں اجلاس میں مختصراً یہ طے پایا کہ غلامی سے موت بہتر ہے، یہ اللہ رب العزت کا احسان تھا کہ یہ قرارداد پاکستان منظور ہوئی اور آزادی وخودمختاری کے حصول کے لئے مسلمانوں کی اکثریت کے خطوں کی وضاحت کی گئی۔ اس اجلاس میں حضرت قائداعظمؒ نے پونے دو گھنٹے خطاب فرمایا۔ یہ قرارداد پاکستان اسلامی جمہوریہ پاکستان کی تاریخ کا اہم ترین سنگ میل ہے۔ یہ قرارداد ہماری سیاسی دستاویز ہے۔ میری درخواست ہے کہ موجودہ انتخابات جو 18 فروری 2008ء میں منعقد ہوئے اس کے نتیجے میں معرض وجود میں آنے والی حکومت، پاکستان عزم عالی شان کو اپنے خطوط پر تعمیر وترقی دینے کے فرائض انجام دے، جس کا تقاضا قرارداد مقاصد میں کردیا گیا ہے۔ اگر ایسا ممکن ہوا تو اللہ تعالیٰ برکتوں اور فیوض سے نوازے گا، عزتوں اور وقار سے ہمکنار کرے گا ورگرنہ دوسری صورت میں انجام کو ضرور دل میں جگہ دینی ہوگی۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں......

تن بے روح سے بیزار ہے حق!
خدائے زندہ زندوں کا خدا ہے!

(بشکریہ روزنامہ ''نوائے وقت'')

امیر تنظیم اسلامی کا دورہ حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن

8 مارچ 2008ء امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید اور ناظم اعلیٰ محترم اظہر بختیار خلجی نے گوجرانوالہ ڈویژن کا سالانہ دورہ کیا۔ دورہ کا آغاز اسرہ قلعہ کالروالا سے ہوا۔ امیر تنظیم قبل از ظہر قلعہ کالروالا پہنچے۔ نماز ظہر کے بعد رفقاء سے باہمی تعارف اور حالات حاضرہ پر تبصرہ ہوا۔ نیز آپ نے رفقاء و احباب کے سوالات کے جوابات دیئے۔ بعد ازاں آپ یہاں سے روانہ ہو کر بوقت عصر نارووال شہر پہنچے، جہاں بعد نماز مغرب ڈاکٹر شفیق کی رہائش گاہ پر رفقاء سے ملاقات اور تعارف کی نشست ہوئی، جس میں اُسرہ کے تمام رفقاء موجود تھے۔ ملکی حالات اور تنظیمی لائحہ عمل کے حوالے سے بھی مفصل گفتگو ہوئی۔ امیر محترم اور ناظم اعلیٰ نے رات بھی قیام کیا۔ اگلی صبح (9 مارچ بروز اتوار) امیر محترم براستہ پسرور، ڈسکہ، وزیر آباد، گجرات روانہ ہوئے، یہاں بھی باہمی تعارف اور دوسرے اہم امور پر گفتگو ہوئی۔ امیر تنظیم نے رفقاء کے سوالات کے جوابات دیئے۔ ظہر سے پہلے وزیر آباد روانگی ہوئی۔ نماز ظہر کے بعد اُسرہ وزیر آباد کے رفقاء سے ملاقات ہوئی۔ یہاں امیر تنظیم نے تنظیمی فکر اور دینی جماعتوں کے طرز عمل اور پاکستان کی موجودہ صورت حال کے تناظر میں غلبۂ دین کے حوالے سے احباب کے سوالوں کے مفصل جوابات دیئے۔

ظہرانے کے بعد امیر محترم گوجرانوالہ تشریف لے گئے جہاں بعد نماز مغرب رفقاء سے ملاقات طے تھی، یہاں بھی حسب پروگرام باہمی تعارف کے بعد سوال و جواب کی نشست ہوئی۔ نماز عشاء کے بعد امیر محترم لاہور روانہ ہوگئے۔ راستہ میں کاموکی کے رفقاء سے ملاقات ہوئی اور تعارف حاصل کیا۔

اس دورہ میں امیر محترم نے رفقاء کو دعوت اور تحریک دعوت کے تحت منظم ہو کر کام کرنے کی ہدایت کی۔ اللہ تعالیٰ ہماری سعی و جدوجہد قبول فرمائے۔ آمین۔ (رپورٹ: رفیق تنظیم)

صادق آباد اور رحیم یار خان میں محترم بانی تنظیم اسلامی کے خطابات

13 مارچ 2008ء کو تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے صادق کلب صادق آباد میں خطاب عام فرمایا۔ موضوع تھا: عالمی نظام خلافت کے قیام کی خوشخبری اور ہمارے فرائض۔ اس پروگرام میں تقریباً 2100 افراد نے شرکت کی۔

14 مارچ کو آپ نے جامع مسجد غلہ منڈی رحیم یار خان میں خطبہ جمعہ دیا۔ یہاں تقریباً 2500 افراد نے آپ کا خطاب سماعت کیا۔ نماز جمعہ کے بعد حاجی محمد ابراہیم نے ظہرانہ دیا۔ بعد نماز عشاء ڈاکٹر صاحب نے ٹاؤن ہال رحیم یار خان میں خطاب کیا۔ اس پروگرام میں 2000 افراد نے شرکت کی۔ امیر حلقہ بالائی سندھ محترم غلام محمد سومرو نے تینوں پروگراموں میں شرکت کی اور آپ رفقاء کی حوصلہ افزائی کرتے رہے، جس کی وجہ سے رفقاء کے حوصلے بلند رہے۔ رحیم یار خان کے اجتماع میں تقریباً 400 اور صادق آباد میں 500 خواتین نے بھی ڈاکٹر صاحب کا خطاب سنا۔ (رپورٹ: عبدالرزاق گجر)

تنظیم اسلامی گوجرخان کے زیر اہتمام دعوتی پروگرام

8 مارچ 2008ء کو جامع مسجد العابد گوجرخان میں تنظیم اسلامی گوجرخان کے زیر اہتمام ایک دعوتی پروگرام منعقد کیا گیا۔ اس پروگرام میں تقریباً دو سو افراد نے شرکت کی۔ پروگرام میں جس موضوع پر گفتگو ہوئی، وہ تھا "اللہ تعالیٰ کا انسان سے واحد مطالبہ"۔ موضوع کے لیے محترم شفاء اللہ کو واہ کینٹ سے مدعو کیا گیا۔ انہوں نے سورۃ آل عمران، سورۃ البقرہ اور سورۃ الاعراف کی چند آیات کی روشنی میں موضوع پر مدلل و مفصل گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ انسان کی تخلیق کا مقصد بندگی ہے۔ مگر افسوس کہ بندگی سے انحراف کے سبب آج بحر و بر میں فساد رونما ہو چکا ہے۔ مغربی تہذیب اور یہود نے انسانی تاریخ کی سب سے بڑی بغاوت اللہ تعالیٰ کے خلاف کی ہوئی ہے جس کا نتیجہ ہے کہ خالق کائنات سے انسان کی توجہ ہٹ چکی ہے اور کائنات کی تسخیر ہی اصل مقصد بن چکا ہے۔ روح کو بھلا کر جسم ہی پر ساری توجہ مرکوز ہوگئی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بندگی رب کا تقاضا یہ بھی ہے کہ انسانوں کو انسانوں کی غلامی اور جبر و استبداد سے نجات دلائی جائے اور انہیں رب العالمین کی غلامی کی شاہراہ پر لانے کی جدوجہد کی جائے۔ اللہ کے وفادار بندوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بندگی رب، دعوت بندگی اور اقامت دین کی جدوجہد میں اپنی صلاحیتیں، اوقات، جان و مال کھپا دیں تاکہ رضائے الٰہی اور اخروی کامیابی ان کا مقدر بن سکے۔ پروگرام کے بعد نماز عشاء ادا کی گئی۔ جس کے بعد مہمانوں کو کھانا کھلایا گیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس حقیر سعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔

(رپورٹ: فاروق حسین)

ماہ فروری کے دوران حلقہ سندھ زیریں کی دعوتی سرگرمیاں

امیر حلقہ کا دورہ بیرون کراچی:

امیر حلقہ سندھ زیریں محمد نسیم الدین نے اپنے بیرون کراچی توسیع دعوت کے سلسلے میں حیدر آباد، جھنگو کا دورہ اور وہاں دعوتی پروگرامات کیئے اور میرپور خاص میں منفرد رفیق شاہد حسین اور احباب سے ملاقاتیں کیں۔ مزید برآں انہوں نے حیدر آباد میں بھی احباب سے ملاقاتیں کیں۔

فاران کلب میں درس قرآن:

حسب معمول فاران کلب میں انجینئر نوید احمد نے ماہ فروری کے پہلے اتوار کو درس قرآن دیا۔ اس پروگرام میں تقریباً 400 خواتین و حضرات نے شرکت کی۔

شب بیداری:

ماہ فروری کے دوسرے اتوار کو ماہانہ شب بیداری کا پروگرام منعقد ہوا۔ اس پروگرام میں تقریباً 200 رفقاء اور 17 احباب نے شرکت کی۔

عوامی دروس قرآن:

ماہ فروری کے تیسرے اتوار کو صبح 11 بجے شہر کے مختلف مقامات پر عوامی دروس قرآن کے پروگرام کا انعقاد کیا گیا جس سے ہزاروں خواتین و حضرات نے استفادہ کیا۔

مظاہرے:

ماہ فروری میں مرکز کی ہدایت پر اسلام کے معاشرتی نظام کے حق میں اور توہین آمیز خاکوں کی دوبارہ اشاعت کے خلاف احتجاجی مظاہرے بھی ہوئے۔ یہ مظاہرے تین بجے سہ پہر کراچی پریس کلب کے سامنے منعقد ہوئے اور ان میں سے ہر ایک میں 200 سے زائد رفقاء نے شرکت کی۔ حیدر آباد میں بھی پریس کلب کے سامنے مظاہرہ کا اہتمام کیا گیا۔ اس کے علاوہ میرپور خاص اور جھنگو میں خاص خاص مقامات پر بینرز آویزاں کیئے گئے۔

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کے زیر اہتمام شب بیداری پروگرام

حلقہ لاہور کی سطح پر 8 مارچ بروز ہفتہ مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں شب بیداری کا پروگرام منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ جس کی سعادت قاری غلام رسول نے حاصل کی۔ تلاوت کے بعد امیر حلقہ نے رفقاء سے مکالمے کا آغاز کیا۔ انہوں نے پروگرام کی تفصیل سے رفقاء کو آگاہ کیا اور کہا کہ یہ پروگرام عرصہ کے بعد ہو رہا ہے اس لئے رفقاء کی حاضری اور ذوق و شوق دیدنی ہے۔ پروگرام کے پہلے مقرر حسن ظہیر نے "جہنم اور جہنمی" کے عنوان سے گفتگو کی۔ انہوں نے قرآن مجید اور حدیث کے حوالوں سے اپنی گفتگو کو مزین کیا ہوا تھا۔ ان کے احساس کی شدت اور حدت کا اندازہ ان کی آواز کے زیر و بم سے ہو رہا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ میں بعض معلومات کو یکجا کر کے آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں اور اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم سب میں جہنم سے بچنے کی شعوری کوشش کا جذبہ پیدا ہو

جائے۔ ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ جہنم روز محشر دھاڑتی ہوئی لائی جائے گی اور دنیا کی آگ کو تو سرخ نظر آتی ہے لیکن جہنم کی آگ کالی ہوگی کیونکہ وہ جل جل کر کالی ہوگئی ہوگی۔ وہاں جہنمی لوگوں کے واسطے پینے کے لئے پیپ کا پانی ہوگا۔

اس کے بعد لاہور وسطی کے امیر مجیب الرحمٰن قریشی نے وائٹ بورڈ کی مدد سے موبائل فون کے حوالے سے دلچسپ تذکیری گفتگو کی۔ وہ کہہ رہے تھے کہ موبائل سیٹ جن تین چیزوں پر مشتمل ہوتا ہے وہ یہ ہیں: بیٹری، سم اور موبائل سیٹ۔ ان تینوں کو بالترتیب دل، دماغ اور جسم کا نام دیا جاسکتا ہے۔ اب تنظیم اسلامی کے ڈھانچے میں اس کو ڈھالئے تو مرکز اور حلقہ جات، مقامی تناظیم اور نقباء و رفقاء اس کا جسم ہیں۔ سم دماغ ہے جس میں قرآن و حدیث، نماز تہجد، اذکار مسنونہ اور ادعیہ ماثورہ موجود ہیں۔ موبائل سیٹ کے ساتھ ایک چارجر بھی ہوتا ہے۔ اس کے لئے تنظیم میں شب بیداریاں، سالانہ اجتماع، درس قرآن کی محافل اور اجتماع اسرہ جات منعقد ہوتے رہتے ہیں، تاکہ بیٹری چارج رہے۔ پھر موبائل سیٹ کو چلانے کے لئے بیلنس بھی درکار ہوتا ہے، اس کے لئے تنظیم اسلامی میں انفاق فی سبیل اللہ سے آپ جتنا چاہیں بیلنس بھر لیں۔ نیز موبائل فون کمپنیوں نے اپنے سگنلز کو بہترین رکھنے کے لئے کچھ کچھ فاصلوں پر ٹاورز لگا رکھے ہیں۔ ان کا آپس میں گہرا رابطہ ہوتا ہے۔ اسی طرح رفقاء تنظیم کا آپس میں رابطہ کے لئے اسرہ جات اور مقامی تناظیم کا نظم قائم کیا گیا ہے۔ انہوں نے اقبال کے اس شعر پر اپنی گفتگو کا اختتام کیا کہ ۔

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں بیرون دریا کچھ نہیں

کھانے کے وقفے کے بعد انجینئر محمد علی نے ''جنت اور جنتی'' کے عنوان سے سورۂ آل عمران کی آیات 190 تا 195 اور احادیث نبویؐ کی روشنی میں گفتگو کی۔ انہوں نے کہا کہ چونکہ مجھ سے پہلے بھائی حسن ظہیر نے جہنم اور جہنمی کے عنوان سے گفتگو کر چکے ہیں، میں ایک حدیث کا مفہوم پیش کرتا ہوں جس سے ان کی اور میری گفتگو کا ربط آپس میں جڑ جائے گا۔ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ روز محشر ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جس نے دنیا میں کوئی دکھ نہیں دیکھا ہوگا یعنی خوب عیش بھری زندگی گزاری ہوگی۔ اللہ کے حکم سے اس کو جہنم کا ایک چکر لگوایا جائے گا، پھر پوچھا جائے گا کہ بتا تم نے کبھی کوئی سکھ دیکھا ہے؟ وہ کہے گا کہ یا اللہ میں نے تو زندگی میں کبھی کوئی سکھ دیکھا ہی نہیں۔ اسی طرح ایک ایسے آدمی کو لایا جائے گا، جس نے دنیا میں دکھ ہی دکھ دیکھے، کبھی کوئی سکھ نہیں دیکھا۔ اس کو جنت کا ایک چکر لگوایا جائے گا، پھر پوچھا جائے گا کہ بتا تم نے کبھی کوئی دکھ دیکھا؟ وہ کہے گا یا اللہ میں نے تو کبھی کوئی دکھ دیکھا ہی نہیں۔ بھائی محمد علی کہہ رہے تھے کہ جنت کے بہت سے نام ہیں جو کہ قرآن مجید میں آئے ہیں۔ جنت کی اہمیت حضورؐ کے ایک فرمان سے واضح ہے کہ ''جنت کے اندر ایک چھڑی کے برابر بھی جگہ مل جائے تو وہ اس دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے''۔ ہمارے دلوں میں مکانوں کی چاہت ہے۔ اس حوالے سے ایک حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ جنت میں محل ہوں گے اور ان کی دیواریں یاقوت، زمرد سے بنی ہوں گی اور باہر گھاس کا فرش زعفران سے بنا ہوگا اور اس کی خوشبو سے مہکتا ہوگا۔ انہوں نے حدیث نبویہ ﷺ کے حوالے سے اس دلکش انداز میں جنت کا حال بیان کیا، گویا آنکھوں کے سامنے ایک نقشہ سا کھنچ گیا۔ انہوں نے کہا کہ جنت اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت اور نیک اعمال سے ملے گی یعنی اللہ کی راہ میں جہاد، کوشش، جدوجہد اور وقت آنے پر قتال فی سبیل اللہ کرنا۔

اس گفتگو کے بعد امیر حلقہ لاہور ڈاکٹر غلام مرتضیٰ نے مختصر طور پر حلقہ لاہور میں رفقاء کی تعداد، مبتدی ملتزم رفقاء کی تعداد سے رفقاء کو آگاہ کیا اور کچھ انتظامی امور پر گفتگو کی اور رفقاء کے سوالات کے جوابات دیئے۔ شب بیداری کے حوالے سے رفقاء کی تجاویز نوٹ کی گئیں نیز رفقاء کو تہجد کے حوالے سے ذوق و شوق بھی دلایا گیا۔ اس کے بعد ندیم سہیل نے سونے کے آداب بیان کئے۔ رات کو سونے سے قبل محمد بن عبدالرشید رحمانی نے اجتماعی دعا کروائی۔

اگلی صبح نماز فجر سے پہلے رفقاء نے تہجد کے نوافل ادا کئے۔ نماز فجر کے بعد حافظ عاطف وحید نے درس قرآن دیا۔ انہوں نے سورۃ الزمر کی آیات 53 تا 55 کے حوالے سے گفتگو کی۔ ان کے درس قرآن کا انداز متاثر کن تھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ان آیات میں جن لوگوں کے حوالے سے گفتگو ہو رہی ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ جو اللہ کے دین کی اقامت کی راہ میں جدوجہد کر رہے ہیں، لیکن اس راہ پر چلتے ہوئے بعض اوقات انسان سے گناہوں کا صدور ہو جاتا ہے تو اس حوالے سے اللہ تعالیٰ اپنی شان غفاری کا اظہار فرما رہے ہیں کہ جن لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا وہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں، وہ پلٹ آئیں، توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ غفار ہے، رحیم ہے۔

(رپورٹ: محمد یونس، معتمد تنظیم اسلامی حلقہ لاہور)

ڈاکٹر ذاکر نائیک
کے خطابات کی DVDs

محترم ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ کی ہدایت پر جناب ڈاکٹر ذاکر نائیک سے ان کے خطابات کے ماسٹر زمنگوائے گئے ہیں اور درج ذیل موضوعات پر DVD تیار کر لی گئی ہیں:

(1)	کیا قرآن کو سمجھ کر پڑھنا ضروری ھے
(2)	اسلام کے متعلق غلط فھمیاں
(3)	عالمی بھائی چارہ
(4)	IF THE LABEL SHOWS YOUR INTENT..., WEAR IT.
(5)	IS NON VEGITARIAN FOOD PERMITTED OR PROHIBITED FOR A HUMAN BEING?
(6)	SIMILARITIES BETWEEN HINDUISM AND ISLAM (CHENNAI PROGRAM)
(7)	SIMILARITIES BETWEEN HINDUISM AND ISLAM (MUMBAI PROGRAM)
(8)	TERRORISM & JIHAD: AN ISLAMIC PERSPECTIVE
(9)	CONCEPT OF GOD IN MAJOR RELIGIONS
(10)	MEDIA AND MUSLIMS
(11)	PEACE VISION OF ISLAM
(12)	QURAN & MODERN SCIENCE CONFLICT OR CONCILIATION?
(13)	QURAN & BIBLE IN THE LIGHT OF SCIENCE
(14)	UNIVERSAL BROTHERHOOD
(15)	IS TERRORISM A MUSLIM MONOPOLY?

ہر موضوع ایک DVD میں مکمل۔ 15 موضوعات 15DVDs میں
قیمت فی DVD-/70 روپے (علاوہ ڈاک خرچ) **

تنظیم اسلامی کے حلقہ جات، مقامی دفاتر اور انجمن ہائے خدام القرآن اپنے آرڈر سے مطلع فرمائیں۔

**(i) منی آرڈر/ ڈرافٹ ارسال کرنے والے احباب مزید -/40 روپے ڈاک خرچ ارسال فرمائیں۔ (ii) بذریعہ VPP منگوانے والے احباب کو مزید -/90 روپے ڈاک خرچ ادا کرنے ہوں گے۔ (iii) بیرون لاہور کے سے تعلق رکھنے والے حضرات چیک ارسال نہ فرمائیں۔

مکتبہ خدام القرآن لاہور
قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-5869501
email : maktaba@tanzeem.org

افغانستان میں فوج بڑھاؤ

امریکی صدر بش نے نیٹو کے رکن یورپ ممالک پر زور دیا ہے کہ وہ افغانستان میں اپنی فوج میں اضافہ کریں تاکہ طالبان کو شکست دی جاسکے۔ تاہم صدر بش کا کہنا ہے کہ جب افغانی خود طالبان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے تبھی انہیں صحیح طرح شکست دی جا سکتی ہے۔ صدر بش نے اس امکان کو مسترد کر دیا کہ طالبان نیٹو کی فوج کو شکست دے سکتے ہیں۔ صیہونی ایجنٹ اپنی صلیبی جنگ کے جواز کے لئے جو بھی بے بنیاد پروپیگنڈا کریں، مسلم اور غیر مسلم دنیا کے باشعور لوگ جانتے ہیں کہ طالبان آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں، اور اس جنگ میں فتح بالآخر انہی کا مقدر ہو گی۔ ان شاء اللہ

عراق جنگ: ہماری حالت زار کا سبب

امریکی صدارتی امیدوار باراک اوباما نے پٹرول کی بڑھتی قیمتوں اور قرضوں میں زبردست اضافے کا سبب عراق جنگ کو قرار دیا ہے۔ انہوں نے جنگ کے مخالف ہزاروں افراد کے سامنے تقریر کرتے ہوئے بتایا: "آج آپ اپنی کار کا ٹینک بھرنے کے لئے 50 ڈالر ادا کرتے ہیں، مگر عراق پر امریکی حملے سے قبل یہی قیمت چار گنا کم تھی۔ اب امریکا کا متوسط طبقہ جنگ کی قیمت ادا کر رہا ہے۔ انہوں نے مزید کہا: "اس وقت ہر امریکی گھرانے سے 100 ڈالر سالانہ وصول کیے جا رہے ہیں تاکہ حکومت جنگ کے اخراجات برداشت کر سکے۔" یاد رہے کہ عراق پر امریکی حملے کی "پانچویں سالگرہ" کے موقع پر امریکا بھر میں جنگ کے خلاف مظاہرے ہوئے۔ ان میں ہزاروں مظاہرین نے بش حکومت کو جی بھر کر کوسا۔

ترکی میں ترقی کو خطرہ

جسٹس اینڈ ڈویلپمنٹ پارٹی ترکی میں مقبولیت کے جھنڈے گاڑنے میں مصروف ہے۔ یہ پارٹی 2001ء میں وجود میں آئی تھی اور اس نے صرف چھ برس کے دوران لاکھوں ترک باشندوں کو مسخر کر لیا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ پارٹی کے قائدین خصوصاً وزیراعظم طیب اردگان اور صدر عبداللہ گل انتہائی دیانت دار اور ملک و قوم سے مخلص ہیں۔ لیکن ان کی کامیابیاں دیکھ کر سیکولر رہنماؤں کے سینوں پر سانپ لوٹ رہے ہیں اور انہیں اپنے اقتدار کا سورج غروب ہوتے دکھائی دے رہا ہے۔

پارٹی نے کچھ مہینوں سے ایسے اقدام کیے جو دینی رجحانات کی عکاسی کرتے ہیں، تو ان سیکولر رہنماؤں کو اظہار بغض کا موقع مل گیا۔ وہ یہ شور مچانے لگے کہ ترکی کا سیکولر آئین خطرے میں ہے، اتاترک کے نظریات خطرے میں ہیں۔ بس اسی واویلے کا سہارا لے کر سیکولر طبقے کے نمائندے ایک وکیل نے آئینی عدالت میں یہ درخواست دے دی کہ جسٹس اینڈ ڈویلپمنٹ پارٹی پر پابندی لگائی جائے کیونکہ وہ سیکولر مخالف اقدامات کر رہی ہے۔ آئینی عدالت میں اگر یہ مقدمہ چلا، تو یقیناً ترکی نئے بحران کی لپیٹ میں آ جائے گا۔ پارٹی کے چھ سالہ دور میں ملکی معیشت کو جو زبردست ترقی ملی ہے، وہ خاک میں مل جائے گی۔

بستیاں بنانا جاری رکھیں گے

اسرائیل کے وزیراعظم یہود اولمرٹ نے اعلان کیا ہے کہ مشرقی یروشلم میں یہودی بستیوں کی تعمیر جاری رہے گی۔ یاد رہے، فلسطینی مشرقی یروشلم کو مستقبل میں اپنی آزاد مملکت کا دارالحکومت بنانا چاہتے ہیں۔ دوسری طرف اسرائیلی حکومت بین الاقوامی احتجاج کے باوجود مشرقی بیت المقدس اور مغربی کنارے میں نئی یہودی بستیاں بنا رہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس ہٹ دھرمی کی بنا پر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اسرائیلی حکومت امن کے سلسلے میں مخلص ہے؟ وہ تو اپنے اقدامات سے خود امن کا قتل کرنے میں مصروف ہے۔

کیا یہ ریاستی دہشت گردی نہیں ہے؟

امریکی صدر جارج ڈبلیو بش نے اپنی مدت صدارت کے اختتام سے قبل غزہ میں قائم حماس حکومت ختم کرنے کے اسرائیلی منصوبے کی منظوری دے دی ہے۔ مڈل ایسٹ اسٹڈی سنٹر کی رپورٹ کے مطابق صدر بش نے حال ہی میں اسرائیلی حکام سے مشاورت کے بعد اس منصوبے کی منظوری دی اور طے کیا کہ 2006ء میں غزہ میں برسراقتدار آنے والی اسرائیل مخالف اسلامی تحریک مزاحمت (حماس) سے زمام کار واپس لینا ہے۔ اس خفیہ منصوبے کے تحت وزیر خارجہ کنڈولیزا رائس اور قومی سلامتی کے مشیر الیان ابراہم کو منصوبے پر عملدرآمد کی ذمہ داری سونپی گئی۔ اس سلسلے میں طے پایا کہ صدر محمود عباس کی زیر کمان ملیشیا کو بھاری اسلحہ سے مسلح کیا جائے اور بالآخر حماس کی حکومت کا تختہ الٹ دیا جائے۔ عوام کی منتخب حکومت کو گرانے کی اس منصوبہ بندی کو کیا نام دیا جائے۔ کیا یہ بدترین ریاستی دہشت گردی نہیں ہے؟

ہالینڈ: عیسائیوں کا مظاہرہ

22 مارچ کو ہالینڈ کے دارالحکومت ایمسٹرڈیم میں ایک ہزار سے زائد ولندیزی عیسائیوں نے ڈنمارک کے رکن اسمبلی گیرٹ وائلڈرز کے خلاف مظاہرہ کیا، جو جلد ہی قرآن پاک کے خلاف بنائی گئی اپنی فلم "فتنہ" انٹرنیٹ پر جاری کرنے کا ناپاک منصوبہ رکھتا ہے۔ یہ فلم 15 منٹ طویل ہے۔ اگرچہ ایمسٹرڈیم میں بارش کے باعث شدید سردی تھی لیکن شہر کے مرکزی حصے میں صبح گیارہ بجے ایک ہزار لوگ جمع ہو گئے۔ انہوں نے کئی کتبے اٹھا رکھے تھے جن پر درج تھا: "Enough is enough" (بہت ہو چکا) اور "Stop the witch-hunt aganist Muslims" (مسلمانوں کے خلاف معاندانہ کارروائیاں بند کی جائیں)

مظاہرے میں مختلف معاشرتی تنظیموں کے رہنماؤں نے خطاب کیا۔ مظاہرے کا اہتمام نسل پرستی کی مخالف ولندیزی تنظیم The Netherlands recognises colour differences نے کیا تھا۔ تنظیم کے ترجمان، ربنی دیبنان نے اس موقع پر کہا "اب ہم خاموش نہیں رہ سکتے۔ (ڈنمارک والوں کے کرتوتوں کی وجہ سے) ہالینڈ میں نفرت اور خوف کا ماحول پیدا ہو گیا ہے۔"

61 سالہ ریکے ایمسٹرڈیم میں آرٹ کی استاد ہے۔ وہ بھی مظاہرے میں شریک تھی۔ اس نے کہا "گیرٹ وائلڈرز جو کچھ کہنا یا کرنا چاہتا ہے، اس کی حدود ہونی چاہئیں۔ درحقیقت گیرٹ کی بیشتر باتیں ناروا ہیں مثلاً (نعوذ باللہ) قرآن کو پھاڑنے والی بات۔ مجھے تو ڈنمارک کی حکومت پر غصہ آتا ہے کہ وہاں لوگ جو منہ میں آئے، بکتے چلے جا رہے ہیں اور انہیں روکنے ٹوکنے والا کوئی نہیں۔"

بہرحال یہ امر خوش آئند ہے کہ حکومت ڈنمارک نے خود کو گیرٹ کے خیالات سے دور کر لیا ہے۔ حتیٰ کہ کبھی ٹیلی ویژن نیٹ ورکوں نے بھی وہ فلم دکھانے سے انکار کر دیا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ 2006ء میں گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے بعد امت مسلمہ نے یک جہتی کا ثبوت دیتے ہوئے بھرپور احتجاج کیا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ مسلمان حکمرانوں کو ڈنمارک اور ہالینڈ سے اپنے سفارتی تعلقات منقطع کرنے کی توفیق نہیں ہوئی۔ انہیں اپنے اقتدار کے علاوہ کسی چیز کی کوئی فکر نہیں ہے۔ اگر اسلامی ممالک اتحاد کا مظاہرہ کریں اور ان ممالک کا سفارتی مقاطع کریں تو امت مسلمہ اپنے کئی مسائل سے چھٹکارا پا سکتی ہے۔